بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْجِهَادِ

جہاد کا بیان

ا۔ بَابُ فِيْ فَرْضِ الْجِهَادِ وَفَضِيْلَتِهٖ جہاد کی فرضیت اور اس کی فضیلت کا بیان

۱۲۶۲: عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اَللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللّٰهِ ﷺ " مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ ,وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِهِ ,مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الامارة، باب ذم من مات ولم یغز: ۱۹۱۰، ابوداود: ۲۵۰۲، النسائی: ۸/۶، احمد: ۳۷۴/۲، ابن الجارود: ۱۰۳۶، الحاکم: ۷۹/۲، البیهقی: ۴۸/۹

۱۲۶۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ اس کے دل میں کبھی جہاد کرنے کا خیال آیا، اس کا خاتمہ نفاق کے کسی ایک شعبہ پر ہوا۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: الجهاد: جیم مکسور، اس کے لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں جہاد سے مراد وہ منظم کوشش ہے جو کفار، باغیوں اور راستے مسدود کرنے والوں کے خلاف حصول رضائے الٰہی کی خاطر کی جاتی ہے، قطع نظر اس کے وہ کوشش قتال کی صورت میں ہو یا کسی اور صورت میں۔ شعبة: شین مضموم، کسی چیز کا ایک حصہ۔ نفاق: نون مکسور، یہ لفظ یربوع کی بلوں میں سے اس ایک بل سے ماخوذ ہے جسے وہ چھپا کر رکھتا ہے اور دیگر کو ظاہر کر دیتا ہے۔ منافق بھی چونکہ کفر کو چھپا کر رکھتا ہے اور اسلام کو ظاہر کرتا ہے، اس لیے اس لفظ کا استعمال اس کیلئے بھی ہونے لگا

تشریح: قتال، عام حالات میں فرض کفایہ ہے اور تین حالات میں فرض عین ہے، فرض کفایہ سے مراد یہ ہے کہ امت مسلمہ کا ایک گروہ اگر مصروف عمل ہو جائے تو دیگر مسلمانوں سے یہ فرض ساقط ہو جائے گا، بصورت دیگر جمیع امت مسلمہ گناہ گار ہوگی۔

جن تین حالات میں قتال فرض عین ہے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کفار اور مسلمانوں کی جماعتیں جب مسلح ہو کر ایک دوسرے کے مدمقابل آ جائیں تو پھر مسلمانوں کی تمام صفوں کے ہر فرد پر جہاد فرض ہے

(۲) کفار جب مسلم علاقوں کا محاصرہ کر لیں یا مسلم علاقوں میں اپنی فوجیں اتار دیں تو اس علاقے کے تمام مسلمانوں پر جہاد فرض ہے۔

(۳) جب امیر المؤمنین مسلمانوں کو قتال کیلئے نکلنے کا اعلان کر دے تو جمیع مسلمانوں پر قتال فرض ہے۔ درج بالا بیانات سے یہ واضح ہوا کہ مسلمانوں کی طرف سے قتال عمل کے طور پر نہیں بلکہ ردعمل کے طور پر ہے، لیکن عصر حاضر میں بعض اپنوں کی کم فہمی اور مغربی اتحادیوں کے تعصب اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ تاثر عام کیا جا رہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے، اور اس کے ماننے والے فاتحین نے مفتوحہ علاقوں کے غیر مسلموں کو بزور قوت اسلام میں داخل ہونے پر مجبور کیا ہے۔

جو شخص قرآن کریم اور سنت مطہرہ کا بغور مطالعہ کرے گا وہ یقیناً اس دعوی کو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور خیال کرے گا، کیونکہ قرآن حکیم

نے نہایت تفصیل سے یہ واضح کیا ہے کہ اسلام کسی کے نظریہ کو بزور قوت تبدیل کرنے کے عمل کو مسترد کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اگر تیرا رب چاہے تو زمین میں بسنے والے تمام (جن وانس) ایمان لے آئیں۔﴾ (سورۃ یونس:۹۹) ﴿اللہ تعالیٰ تمہیں ان کفار کے ساتھ بھلائی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تمہارے ساتھ تمہارے دین کی وجہ سے قتال نہیں کیا اور تمہیں تمہارے علاقوں سے جلا وطن نہیں کیا ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔﴾ (الممتحنۃ:۸)

آپ ﷺ کی تعلیمات قرآن حکیم کی ہدایات کے عین مطابق تھی جیسا کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب کسی شخص کو کسی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرماتے تو اسے وصیت فرماتے کہ اپنی ذات اور اپنے ساتھی مسلمانوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا پھر فرماتے "اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر لڑائی کا آغاز کرنا، ان لوگوں سے قتال کرنا جو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے ہیں، خونریزی میں غلو مت کرنا، وعدہ خلافی مت کرنا، مقتولین کی لاشوں کو خراب مت کرنا اور بچوں کو مت قتل کرنا۔"

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بچوں اور خواتین کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔ صحابہ کا طرز عمل کتاب وسنت کی عملی تفسیر تھا، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو سالار لشکر مقرر کرتے وقت فرمایا، "میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ (۱) خواتین کو مت قتل کرنا۔ (۲) بچوں کو مت قتل کرنا۔ (۳) بوڑھوں کو مت قتل کرنا۔ (۴) پھل دار درختوں کو مت قطع کرنا۔ (۵) بستیوں کو مت برباد کرنا۔ (۶) بھیڑ، بکریوں کی ٹانگیں مت قطع کرنا۔ (۷) اونٹوں کو فقط کھانے کیلئے نحر کرنا۔ (۸) کھجوروں کو قطع کرنا نہ آگ لگانا۔ (۹) بہت زیادہ خون ریزی نہیں کرنا۔ (۱۰) بزدلی کا مظاہرہ مت کرنا۔"

فقہی احکام: (۱) اسلام میں جہاد فرض ہے۔ (۲) مسلمانوں کی طرف سے قتال کفار کی حرکتوں کے رد عمل کے طور پر ہے۔
(۳) عملی طور پر قتال کی نوبت اگر نہ آئے تو قتال کیلئے تیاری اور اس کی نیت ضرور ہونی چاہیے۔

۱۲۶۳: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ ,وَأَنْفُسِكُمْ ,وَأَلْسِنَتِكُمْ" رَوَاهُ أَحْمَدُ , وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو: ۲۵۰۴، النسائي: ۶/۷، احمد: ۳/۱۲۴، ۱۵۳، الدارمي: ۲۴۳۱، ابن حبان: ۴۷۰۸، ۴۷۰۷، الحاكم: ۲/۸۱، البيهقي: ۹/۲۰، مسند ابي يعلىٰ: ۲۸۷۵

۱۲۶۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مشرکین سے اپنے مالوں، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔" (اسے احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں جہاد کی تین اقسام بیان ہوئی ہیں، جن میں سے ایک جہاد باللسان بھی ہے، جہاد باللسان سے مراد باطل مذاہب کے ساتھ دلائل کا تبادلہ کر کے ان پر حجت قائم کرنا ہے۔ دلائل کا تبادلہ اگر زبان سے کیا جائے تو اس کوشش کو جہاد باللسان کا نام دیا جائے گا اور اگر دلائل کا تبادلہ تحریر کے ذریعے کیا جائے تو اس کوشش کو جہاد بالقلم کا نام دیا جائے گا۔ علامہ ابن عبد الهادی اس حدیث کو؛ **المحرر**؛ میں درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اسے احمد، دارمی، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مسلم کی شروط کے موافق ہے، امام حاکم اور امام نووی نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اس کی مؤید روایت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) جہاد کی مختلف اقسام ہیں اور جو قسم جہاں جس قدر موزوں ہوگی اسی قدر اس کی فضیلت ہوگی۔

(۲) جہاد فقط قتال ہی نہیں بلکہ دعوت دین بھی جہاد ہے۔

۱۲۶۴:وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اَللَّهِ! عَلَى اَلنِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ "نَعَمْ .جِهَادٌ لَا قِتَالَ فِيهِ ,اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ" رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَه وَأَصْلُهُ فِي اَلْبُخَارِيِّ.

ابن ماجة:ابواب المناسک، باب الحج جهاد النساء: ۲۹۰۱، احمد: ۷۱/۶، ۷۵، ۷۹، ۱۶۵، الدارقطنی: ۲۸۴/۲، البخاری: ۱۸۶۱، ۲۸۷۵، البیهقی: ۳۲۶/۴

۱۲۶۴:حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! کیا خواتین پر بھی جہاد فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"ہاں! ان پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں قتال نہیں، اور وہ حج اور عمرہ ہے۔"اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو جس طریق سے امام بخاری نے نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:"تمہارا جہاد حج ہے۔"اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ دشمنان اسلام کے ساتھ قتال کرنا خواتین پر فرض نہیں، ان پر فرض نہ ہونے کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں۔(۱) ان کی جسمانی ساخت قتال کیلئے موزوں نہیں۔ (۲) یہ مرد کے مقابلے میں زیادہ نرم دل ہوتی ہیں۔(۳) ان میں صبر کا وصف اتنا پختہ نہیں ہوتا، جتنا پختہ قتال چاہتا ہے۔

فقہی احکام: خواتین قتال میں شریک نہیں ہو سکتیں البتہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور مجاہدین کو پانی پلانے کے فرائض سرانجام دے سکتی ہیں، حج اور عمرہ خواتین کیلئے قتال کے برابر ہے۔

۱۲۶۵:وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى اَلنَّبِيِّ ﷺ يَسْتَأْذِنُهُ فِي اَلْجِهَادِ فَقَالَ "أَحَيٌّ وَالِدَاكَ؟" قَالَ نَعَمْ قَالَ "فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب الجهاد باذن الابوين: ۳۰۰۴، مسلم: ۲۵۴۹، ابوداود: ۲۵۲۹، الترمذی: ۱۶۷۱، النسائی: ۱۴۳/۷، احمد: ۱۶۵/۲، ۱۸۸، ابن حبان: ۳۱۸-۴۲۰، البیهقی: ۲۵/۹، ابن ماجة: ۲۷۸۲

۱۲۶۵:حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں شریک ہونے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:"کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا، جی ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا:"پھر ان کی خدمت ہی میں جہاد ہے۔"(بخاری ومسلم)

تشریح: اکثر حقوق اللہ کو حقوق العباد پر تقدیم حاصل ہے مثلاً تمام کام کاج چھوڑ کر نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا لازم ہے جبکہ بعض حقوق العباد ایسے ہیں جنہیں حقوق اللہ پر تقدیم حاصل ہے مثلاً والدین کی خدمت کرنا قتال میں شریک ہونے سے بہتر ہے۔

جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا"میں نے عرض کیا، پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔"میں نے عرض کیا، پھر کونسا؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"جہاد فی سبیل اللہ۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:"اس شخص کا چہرہ خاک آلود ہو جو اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے لیکن وہ جنت میں داخل ہونے کا سامان پیدا نہ کر سکے۔" ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ قتال فرض کفایہ ہے جبکہ والدین کی خدمت فرض عین ہے۔

فقہی احکام: والدین اگر مسلمان اور پابند شریعت ہوں اور وہ اپنے بیٹے کو قتال میں شریک ہونے سے روک دیں تو بیٹے پر لازم ہے کہ وہ قتال کا ارادہ ترک کر دے۔

۱۲۶۶: وَلِأَحْمَدَ ,وَأَبِي دَاوُدَ مِنْ حَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ رضی اللہ عنہ نَحْوُهُ ,وَزَادَ "اِرْجِعْ فَاسْتَأْذِنْهُمَا ,فَإِنْ أَذِنَا لَكَ; وَإِلَّا فَبِرَّهُمَا"

ابوداود، کتاب الجهاد، باب النهی عن قتل من اعتصم فی السجود: ۲۶۴۵،الترمذی: ۱۶۷۰، النسائی:۳۵/۸، ۳۶، البیهقی:۱۳۱/۸

۱۲۶۶: احمد اور ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "واپس جا کر ان دونوں سے اجازت طلب کر، اگر وہ تجھے اجازت دیں (تو آ جانا) ورنہ دونوں کے ساتھ حسن معاشرت کرنا۔"

فقہی احکام: (۱) جہاد فرض کفایہ ہے۔(۲) والدین کی خدمت فرض عین ہے۔(۳) والدین سے اجازت حاصل کیے بغیر قتال میں شریک ہونا جائز نہیں۔(۴) اگر قتال فرض عین کی صورت اختیار کر لے تو پھر والدین سے اجازت لینا ضروری نہیں۔

۱۲۶۷: وَعَنْ جَرِيرٍ الْبَجَلِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ اَلْمُشْرِكِينَ" رَوَاهُ اَلثَّلَاثَةُ وَإِسْنَادُهُ صَحِيحٌ ,وَرَجَّحَ اَلْبُخَارِيُّ إِرْسَالَهُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الرجل یغزو......: ۲۵۳۰، ابن حبان: ۴۲۲، احمد: ۷۵/۳، الحاکم: ۱۰۳/۲، ۱۰۴، البیهقی: ۲۶/۹

۱۲۶۷: حضرت جریر بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرا اس مسلمان سے کوئی تعلق نہیں جو مشرکین میں رہتا ہے۔" (اسے تینوں نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے، لیکن امام بخاری نے اس کے مرسل ہونے کو راجح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: بریءٌ: الگ ہونا، لاتعلق ہونا۔

تشریح: امام طبرانی نے بھی یہ روایت موصولاً بیان کی ہے، لیکن امام بخاری، امام ابوحاتم، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام دارقطنی نے اس کے مرسل طریق کو راجح کہا ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ غیر مسلم ممالک میں مستقل سکونت اختیار کرنی ممنوع ہے، خاص کر ان غیر مسلم علاقوں میں سکونت رکھنا بالکل درست نہیں جن علاقوں میں غیر مسلموں کی مسلمانوں کے ساتھ جنگ جاری ہو یا جنگی خدشات موجود ہوں۔

فقہی احکام: غیر مسلم حربی علاقوں میں سکونت رکھنے والے مسلمان اگر مسلم مجاہدین کے ہاتھوں مارے جائیں تو مسلم مجاہدین پر قصاص یا دیت لازم نہیں۔

۱۲۶۸: وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ اَلْفَتْحِ ,وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب وجوب النفیر......: ۲۸۲۵، مسلم: ۱۳۵۳، ابوداود: ۲۴۸۰، الترمذی: ۱۶۵۴، النسائی: ۱۴۶/۷، احمد: ۲۲۶/۱، ۳۱۵، ۳۱۶، الدارمی: ۲۵۱۲، البیهقی: ۱۹۵/۵، ابن حبان: ۴۵۹۲، ۴۸۶۷، عبدالرزاق: ۹۷۱۳، السنة: ۹۷/۱، الجارود: ۱۰۳۰، الطبرانی: ۱۰۹۴۴، المعجم الاوسط: ۶۸۳۷، ابن ماجة: ۲۷۷۳

۱۲۶۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت باقی ہے" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: لاھجرۃ: ھاء مکسور، اس کے لغوی معنی چھوڑ دینے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنے وطن مالوف کو چھوڑ دینا ہجرت کہلاتا ہے۔ **الفتح:** اس سے مراد فتح مکہ ہے۔

تشریح: اس حدیث کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ اسلام نے ہجرت کے حکم کو منسوخ قرار دیا ہے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اب چونکہ مکہ دارالسلام بن گیا ہے اس لیے اب مکہ چھوڑ کر مدینہ جانا ہجرت شرعیہ میں شامل نہیں۔

اسی مفہوم کی حدیث حضرت عائشہ اور حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔

فقہی احکام: (۱) دارالسلام سے دارالسلام کی طرف منتقل ہونا ہجرت شرعیہ نہیں۔ (۲) ایسے مسلم علاقوں کو جہاں معاشرتی برائیاں عام ہوں چھوڑ کر ایسے علاقوں کی طرف منتقل ہونا جو معاشرتی برائیوں سے پاک ہوں ہجرت شرعیہ میں داخل ہے۔

۱۲۶۹: وَعَنْ أَبِي مُوسَى اَلْأَشْعَرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اَللَّهِ هِيَ اَلْعُلْيَا ,فَهُوَ فِي سَبِيلِ اَللَّهِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیا: ۲۸۱۰،مسلم:۱۹۰۴،ابوداود:۲۵۱۷،الترمذی:۱۶۴۶،النسائی: ۲۳/۶، ابن ماجة: ۲۷۸۳، احمد: ۳۹۲/۴، ابن حبان: ۴۶۳۶، ۴۶۳۷، البیهقی: ۱۶۷/۹، ۱۶۸، الطیالسی: ۴۸۷، ۴۸۸

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کیلئے قتال کیا، اسی کا قتال فی سبیل اللہ ہے۔" (بخاری و مسلم)

تشریح: ایک دیہاتی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ایک شخص مال غنیمت حاصل کرنے کیلئے قتال کرتا ہے، دوسرا شہرت کیلئے قتال کرتا ہے اور تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کیلئے قتال کرتا ہے، ان میں اللہ کے راستہ میں قتال کرنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین سربلند ہو، اسی کا قتال فی سبیل اللہ ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی ایک مفصل حدیث منقول ہے۔ ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ نیت تو اعلائے کلمۃ اللہ ہو لیکن مال غنیمت اور شہرت اتفاقاً حاصل ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر نیت میں فساد ہو تو پھر مال غنیمت اور شہرت نہ ملنے پر بھی قتال فی سبیل اللہ نہیں کہلائے گا، ایسا شخص لڑائی میں مارے جانے کی صورت میں درجہ شہادت سے محروم رہے گا، جبکہ اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہونے والا درجہ شہادت پر فائز ہو جائے گا۔

فقہی احکام: (۱) اخلاص قبول اعمال کی شرط اول ہے۔ (۲) کھڑے ہو کر سوال کرنا جائز ہے۔

۱۲۷۰: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ اَلسَّعْدِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لَا تَنْقَطِعُ اَلْهِجْرَةُ مَا قُوتِلَ اَلْعَدُوُّ" رَوَاهُ النَّسَائِيُّ ,وَ صَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

النسائی، کتاب البیعة، باب ذکر الاختلاف فی انقطاع الهجرة: ۱۴۶/۷، ابن حبان: ۴۸۶۶، احمد: ۲۷۰/۵، المشکل: ۲۵۸/۳

۱۲۷۰: حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک کفر سے جنگ جاری ہے اس وقت تک ہجرت کا عمل ختم نہیں ہوگا۔" (اسے نسائی نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

تشریح: مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے تلخیص میں اس حدیث کو نسائی اور ابن حبان کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد ابوداؤد کے حوالے سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث نقل کی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں "جب تک توبہ کا عمل جاری ہے ہجرت کا عمل جاری رہے گا اور توبہ کا عمل اس وقت تک جاری رہے گا جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا۔" اس حدیث کے راوی کا اصل نام عبداللہ بن وقدان ہے یہ قریشی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے بنو سعد بن بکر میں دودھ پیا تھا اسی مناسبت سے انہیں عبداللہ بن سعدی کہا جانے لگا۔

۱۲۷۱: وَعَنْ نَافِعٍ قَالَ أَغَارَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَلَى بَنِي اَلْمُصْطَلِقِ ,وَهُمْ غَارُّونَ ,فَقَتَلَ مُقَاتِلَتَهُمْ ,وَسَبَى ذَرَارِيَّهُمْ حَدَّثَنِي بِذَلِكَ عَبْدُ اَللَّهِ بْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ .

البخاری، کتاب العتق، باب من ملک من العرب رقیقا: ۲۵۴۱، مسلم: ۱۷۳۰، ابوداود: ۲۶۳۳، احمد: ۲/ ۳۱، ۳۲، المعجم الاوسط: ۵۹۲۹

۱۲۷۱: حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنی مصطلق پر رات کے وقت حملہ کیا تو وہ لوگ اس وقت غافل تھے، چنانچہ ان کے جنگجوؤں کو قتل کر دیا اور ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا۔ نافع کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی طرح بیان کی ہے۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: اغار: اچانک حملہ کر دیا۔ المصطلق: میم مضموم، صاد ساکن، طاء مفتوح اور لام مکسور، یہ خزاعہ قبیلے کی ایک شاخ ہے اور بنوخزاعہ قبیلہ قحطانیہ ازدیہ کی شاخ ہے۔ غارون: یہ غار کی جمع ہے، مفرد اور جمع کی راء مشدد پڑھی جاتی ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے، یعنی اس وقت بنومصطلق بے خبری کے عالم میں تھے۔ ذراریھم: اس کی یاء مشدد اور مخفف ہر دو طرح پڑھنا درست ہے اور یہ ذریۃ کی جمع ہے، اس کا اطلاق فقط نسل انسانی پر ہوتا ہے۔

تشریح: اس غزوہ کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے، مریسیع اس مقام کا نام ہے جہاں بنومصطلق آباد تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے ان پر رات کے وقت حملہ کیا تھا، جب ان پر حملہ ہوا تو اس وقت وہ خوب غفلت میں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ بنو مصطلق کا رئیس حارث بن ابی ضرار بعض عرب قبائل کے ساتھ ساز باز کر کے مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے، آپ ﷺ نے حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کو تحقیق کیلئے بھیجا تو انہوں نے اس امر کی تصدیق کی، چنانچہ آپ ﷺ نے شعبان کے آخر میں پیش قدمی کی۔

یہ روایت اگرچہ سنداً کمزور ہے تاہم دیگر قرائن اس کے مؤید ہیں مثلاً آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ ﷺ جب لشکر روانہ فرماتے تو افواج اسلام کو وصیت فرماتے کہ جب تمہارا دشمن سے آمنا سامنا ہو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا، ان کے انکار پر ان سے جزیہ کے عوض مصالحت کرنا اور عدم رضا کی صورت میں ان پر حملہ کرنا بنابریں غزوہ بنی مصطلق کا پس منظر یہ سمجھا جائے گا کہ آپ ﷺ نے انہیں دعوت توحید دی ہوگی اور ان کے انکار کی وجہ سے ان پر حملہ کرنے کا عزم کیا گیا ہوگا۔ علامہ ابن منذر کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم نے اسی مؤقف کو اختیار کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) جس قوم پر حملہ کرنا مقصود ہو اسے پہلے اسلام کی دعوت دینا ضروری ہے۔ (۲) اپنے جنگجوؤں کو محفوظ رکھنے کی لیے دشمن پر شب خون مارنا جائز ہے۔ (۳) دشمن کی فوجیں جب اسلامی علاقوں کی طرف پیش قدمی کریں تو ان پر چھپ کر حملہ کرنا درست ہے۔

۱۲۷۲: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ ,عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اَللَّهِ ,وَبِمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْراً ,ثُمَّ قَالَ "اُغْزُوا بِسْمِ اَللَّهِ ,فِي سَبِيلِ اَللَّهِ ,قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاَللَّهِ ,اُغْزُوا ,وَلَا تَغُلُّوا ,وَلَا تَغْدِرُوا ,وَلَا تُمَثِّلُوا ,وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيداً ,وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ ,فَأَيَّتُهُنَّ أَجَابُوكَ إِلَيْهَا ,فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ,وَكُفَّ عَنْهُمْ اُدْعُهُمْ إِلَى اَلْإِسْلَامِ فَإِنْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ثُمَّ اُدْعُهُمْ إِلَى اَلتَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ اَلْمُهَاجِرِينَ, فَإِنْ أَبَوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ اَلْمُسْلِمِينَ ,وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي اَلْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ اَلْمُسْلِمِينَ فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْأَلْهُمُ الْجِزْيَةَ ,فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ ,فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اَللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ ,فَلَا تَفْعَلْ ,وَلَكِنْ اِجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ; فَإِنَّكُمْ إِنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اَللَّهِ ,وَإِذَا أَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اَللَّهِ ,فَلَا تَفْعَلْ ,بَلْ عَلَى حُكْمِكَ ; فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَتُصِيبُ فِيهِمْ حُكْمَ اَللَّهِ أَمْ لَا" أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث: ۱۷۳۱، ابوداود: ۲۶۱۲، ۲۶۱۳، الترمذی: ۱۴۰۸، ۱۶۱۷، ابن ماجة: ۲۸۵۸، احمد: ۳۵۲/۵، ۳۵۸، الدارمی: ۲۴۴۲، ابن حبان: ۴۷۳۹، ابن الجارود: ۱۰۴۲، البیهقی: ۱۵/۹، ۴۹، ۱۸۴، الطحاوی: ۲۰۷/۳، الشافعی: ۱۱۴/۲، ۱۱۵

۱۲۷۲: حضرت سلیمان بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابی کو لشکر کا امیر مقرر فرماتے تو اسے بالخصوص اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور ساتھیوں کی بھلائی کا خیال رکھنے کی وصیت فرماتے، پھر فرماتے، "اللہ تعالیٰ کا نام لیکر اس کی راہ میں جہاد کرو، جو اللہ کا انکار کرے اس کے ساتھ جنگ کرو، لڑائی لڑو لیکن خیانت، دھوکہ، مثلہ اور بچوں کا قتل مت کرو، جب مشرک دشمنوں کا سامنا کرو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو، وہ ان تینوں میں سے جو پسند کرلیں اسے قبول کرو اور ان پر جنگ مت مسلط کرو، انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ مشرف بہ اسلام ہو جائیں تو ان کے دعویٰ اسلام پر اعتماد کرو، اور انہیں اپنا علاقہ چھوڑ کر مہاجرین کی ریاست (مدینہ) کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دو، اگر وہ ایسا کرنے پر راضی نہ ہوں تو ان پر یہ واضح کردو کہ ان کے حقوق دیگر مسلم بدوی قبائل کے مثل ہوں گے، انہیں مال غنیمت اور مال فئی سے کچھ حصہ اسی صورت میں ملے گا جب وہ مسلمانوں کے ساتھ شریک معرکہ ہوں گے۔ اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں تو انہیں جزیہ کے عوض مصالحت کی پیش کش کرو، اگر وہ اس پیش کش کو تسلیم کرلیں تو ان سے قبول کرلو۔ اگر وہ یہ پیش کش مسترد کردیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے لڑائی کا آغاز کرو۔ اگر تم کسی قلعہ کا محاصرہ کرلو اور وہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذمہ دے کر تم سے کوئی عہد کریں تو ان سے وہ عہد مت قبول کریں، البتہ اپنا ذمہ دے کر ان سے عہد کرلیں، کیونکہ اگر تم اپنے عہد وذمہ کو توڑتے ہو تو یہ عہد وذمہ توڑنا اللہ کے عہد وذمہ کو توڑنے سے نہایت کم تر ہے، اگر وہ یہ مطالبہ کریں کہ وہ قلعوں سے نیچے اتر آئیں گے بشرطیکہ تم ان کا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق کرو گے تو ان کا یہ مطالبہ مسترد کردینا، اور اپنے فیصلے کے مطابق اترنے پر راضی کرلینا کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ تم ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ تک رسائی حاصل کرسکو گے یا نہیں۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **لا تغدروا**: عہد شکنی مت کرو۔ **اعراب**: اس کا واحد اعرابی ہے یعنی بدوی، انہیں یہ نام اس لیے دیا گیا کہ یہ لوگ احکام اسلام کے بارے میں بہت کم معلومات رکھتے تھے۔ **الغنیمة**: یہ **غنم** سے ماخوذ ہے اور اس کی جمع غنائم آتی ہے، اس کے لفظی معنی نفع کے ہیں اور یہاں اس سے مراد وہ مال ہے جو کفار سے مقابلہ کرکے چھینا جائے۔ **الفئی**: اس کے لفظی معنی **رجوع** کے ہیں اور یہاں اس سے مراد کفار ومشرکین کا وہ مال ہے جو بغیر کسی لڑائی کے مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے۔ **الجزیة**: یہ جزاء سے ماخوذ ہے یعنی غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کا ٹیکس لینا۔ حصن قلعہ۔

تشریح: اس حدیث میں غیر مسلموں سے قتال کرنے کے زریں اصول بیان ہوئے ہیں (۱) حاکم جب کوئی لشکر روانہ کرے تو اس لشکر کا ایک امیر مقرر کرے۔ (۲) سپہ سالار سے یہ حلف لے کہ وہ اپنے اختیارات سے تجاوز نہیں کرے گا اور اپنے ماتحتوں کی بھلائی کا خیال رکھے گا۔ (۳) لڑائی کا آغاز کرنے سے قبل مصالحت کی ممکنہ شکلیں کفار کے سامنے پیش کی جائیں۔ (۴) اگر کسی امر پر مصالحت ہو جائے تو عہد کی پاسداری کی جائے۔ (۵) مالی بددیانتی سے مکمل طور پر اجتناب کیا جائے۔ (۶) لاشوں کی بے حرمتی نہ کی جائے (۷) نابالغ بچوں، بوڑھوں، درویشوں اور خواتین کو قتل نہ کیا جائے۔ (۸) اپنے فیصلوں کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے نہ کہا جائے۔

۱۲۷۳: وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ إِذَا أَرَادَ غَزْوَةً وَرَّى بِغَيْرِهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب من اراد غزوة فوری بغیرها: ۲۹۴۸، مسلم: ۲۷۶۹، ابوداود: ۲۶۳۷

۱۲۷۳: حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی غزوہ پر روانگی کا ارادہ فرماتے تو توریہ سے کام لیتے۔ بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: وری: واؤ مفتوح اور راء مشدد، اصل چیز کو مخفی رکھتے۔

تشریح: توریہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو جب یہ اطلاع ملتی کہ فلاں قبیلہ یا فلاں علاقے کے لوگ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے میں مصروف ہیں تو آپ ﷺ طرفین کے جانی نقصان کو کم کرنے کیلئے مسلم جاسوسوں کی دو جماعتیں تشکیل دیتے۔ (۱) **خصوصی جماعت**: یہ جماعت اس مخصوص قبیلے اور علاقے کی جاسوسی کرتی اور اس امر کو صیغہ راز میں رکھا جاتا۔ (۲) **عمومی جماعت**: یہ جماعت کسی ایک علاقے یا قبیلے کی جاسوسی کیلئے تشکیل دی جاتی جس سے فی الحال لڑنا مقصود نہیں ہوتا تھا۔ اس جماعت کی کاروائی سے تمام مسلمانوں کو آگاہ رکھا جاتا تھا اور انہیں لڑائی کی تیاری کا حکم دیا جاتا تھا، اس سے عام مسلمانوں اور دیگر قبائل میں یہ تأثر قائم ہوجاتا کہ آپ ﷺ فلاں قبیلے پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اس طرح دشمنوں کی جاسوسی کو ناکام کرکے ان پر چڑھائی کر دی جاتی۔ اس جنگی حکمت عملی کو توریہ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ زیر مطالعہ روایت ایک طویل حدیث سے ماخوذ ہے۔

۱۲۷۴: **وَعَنْ مَعْقِلٍ أَنَّ النُّعْمَانَ بْنَ مُقَرِّنٍ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ إِذَا لَمْ يُقَاتِلْ أَوَّلَ اَلنَّهَارِ أَخَّرَ اَلْقِتَالَ حَتَّى تَزُولَ اَلشَّمْسُ ,وَتَهُبَّ اَلرِّيَاحُ ,وَيَنْزِلَ اَلنَّصْرُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالثَّلَاثَةُ ,وَصَحَّحَهُ اَلْحَاكِمُ وَأَصْلُهُ فِي اَلْبُخَارِيِّ.**

ابوداود، کتاب الجهاد، باب في اى وقت يستحب اللقاء: ۲۶۵۵، الترمذی: ۱۶۷۸ ، ۱۶۱۳ ، احمد: ۴۴۴/۵، البخاری: ۳۱۶۰

۱۲۷۴: حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا، آپ ﷺ جب جنگ کا آغاز دن کے شروع میں نہ کر پاتے تو لڑائی کو زوال آفتاب تک مؤخر کر دیتے (پھر) موافق ہوائیں چلتیں اور مدد نازل ہوتی۔ اسے احمد اور تینوں نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور اسکی اصل بخاری میں ہے۔

تشریح: بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں؛ عن معقل بن النعمان؛ اور بعض میں؛ عن معقل ان النعمان بن مقرن؛ ہے اور یہی درست ہے اور علامہ مزی نے بھی اطراف میں اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے اس روایت کو ایک دوسری روایت کے ضمن میں نقل کیا ہے، اس روایت میں؛ ینزل النصر؛ کی جگہ؛ تحضر الصلوات؛ ہے دونوں جملوں سے مراد یہ ہے کہ مسلمان زوال آفتاب کے بعد نماز ظہر پڑھتے اور اس میں مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کی دعا کرتے، اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے ان کی مدد فرماتا۔

فقہی احکام: (۱) کفار کے ساتھ جنگ کا آغاز دن کے شروع کے حصہ میں کرنا مسنون ہے۔ (۲) اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر زوال آفتاب کے بعد کرنا چاہیے۔ (۳) ظہر کی نماز کا وقت زوال آفتاب کے فوراً بعد شروع ہوجاتا ہے۔

۱۲۷۵: **وَعَنِ اَلصَّعْبِ بْنِ جَثَّامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَنِ الدَّارِ مِنَ الْمُشْرِكِينَ يُبَيَّتُونَ ,فَيُصِيبُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ وَذَرَارِيهِمْ, فَقَالَ "هُمْ مِنْهُمْ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

البخاری، کتاب الجهاد، باب اهل الدار يبيتون فيصاب الولدان والذراری: ۳۰۱۲، مسلم: ۱۱۹۴ ، ۱۷۴۵ ، ابوداود: ۲۶۷۲، الترمذی: ۱۶۳۴، ابن ماجة: ۳۰۹۰، احمد: ۳۷/۴ ، ۳۸ ، ۷۲/۴، البيهقی: ۷۸/۹، الشافعی: ۱۰۳/۲ ، الحميدی؛ ۷۸۳، المؤطا: ۳۲۵/۱، ابن الجارود: ۴۳۶، ابن ابی شيبة: ۳۸۸/۱۲، ابوعوانة: ۹۶/۴، ابن حبان: ۱۳۶ ، ۱۳۷، عبدالرزاق: ۹۳۸۵ ، النسائی: ۱۸۳/۵، ۱۸۴

۱۲۷۵: حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کے گھر والوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ مشرکین پر

جب شب خون مارا جاتا ہے تو اس میں ان کے بیوی بچے بھی مارے جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔" بخاری و مسلم

لغوی تحقیق: یبیتون: یہ تبییت سے ماخوذ ہے، یعنی ان پر رات کے وقت حملہ کرتے۔

تشریح: صحیح بخاری میں سائل کا نام مذکور نہیں، لیکن مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے **فتح الباری** میں ابن حبان کے حوالے سے صعب بن جثامہ نقل کیا ہے، ابن حبان میں یہ مفصل روایت اس طرح ہے کہ صعب بن جثامہ بیان کرتے ہیں کہ میں مقام ابواء میں تھا، آپ ﷺ میرے قریب سے گزرے، میں نے آپ ﷺ کو جنگلی گدھے کا گوشت بطور تحفہ پیش کیا، آپ ﷺ نے مجھے واپس کر دیا، پھر آپ ﷺ نے میرے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ کر فرمایا: "میں نے یہ اس لیے واپس کیا ہے کہ ہم حالت احرام میں ہیں" پھر آپ ﷺ سے الدار کے مشرکین کے بارے میں سوال کیا گیا۔

یہ روایت سفیان بن عیینہ نے زہری سے نقل کی ہے، محمد بن عمرو نے جو روایت زہری سے نقل کی ہے اس میں صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کی بابت دریافت کیا کہ کیا ہم انہیں بھی ان کے ساتھ قتل کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، وہ بھی انہیں میں سے ہیں۔" پھر آپ ﷺ نے حنین کے موقع پر مشرکین کے بچوں کو قتل کرنے سے منع فرما دیا۔

اس روایت کے بعض طرق میں ؛**اهل الدار من المشركين** ؛ ہے۔ قاضی عیاض نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ بعض طرق میں ؛**عن الدار من المشركين** ؛ اور بعض میں ؛ **اولاد المشركين** ؛ اور بعض میں ؛**الذراری**؛ ہے امام نووی نے اس کو راجح کہا ہے۔

فقہی احکام: مشرکین کے بچوں کو دوران جنگ عمداً قتل کرنا جائز نہیں، ہاں البتہ شب خون میں مارے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (۲) کفار و مشرکین پر بم بھی گرائے جاسکتے ہیں۔

۱۲۷۶: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِرَجُلٍ تَبِعَهُ فِي يَوْمِ بَدْرٍ "اِرْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الجهادوالسير، باب كراهة الاستعانة فى الغزوبكافر: ۱۸۱۷، ابوداود: ۲۷۳۲، الترمذى: ۱۶۱۷، ابن ماجة: ۲۸۳۲، احمد: ۶/۶۷، الدارمى: ۲۴۹۶

۱۲۷۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے روز اس آدمی سے کہا جو بعد میں آکر شامل ہوا تھا "واپس لوٹ جاؤ، کیونکہ میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔" (مسلم)

تشریح: آپ ﷺ جب ابوسفیان کے تجارتی قافلے کا تعاقب کرنے کیلئے نکلے تو ایک مشرک بھی اسلامی فوج کے ساتھ آملا، وہ شجاعت و بہادری میں شہرت رکھتا تھا، اس نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ میں مال غنیمت کے حصول کیلئے شریک جنگ ہونا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو اللہ پر ایمان رکھتا ہے؟" اس نے عرض کیا نہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "میں مشرک سے ہرگز مدد کا طلب گار نہیں۔" اس حدیث سے تو بظاہر یہی ثابت ہوتا ہے کہ میدان کارزار میں بھی مشرک سے مدد لینا جائز نہیں، لیکن غزوہ حنین کے موقع پر آپ ﷺ نے صفوان بن امیہ سے مدد لی تھی اور وہ اس وقت مشرک تھا، اسی طرح آپ ﷺ نے بنوخزاعہ سے مدد حاصل کی تھی۔

ان دونوں احادیث میں بظاہر تعارض ہے، لیکن درحقیقت تعارض نہیں کیونکہ دونوں احادیث کے مابین مطابقت کی صورت موجود ہے۔ یعنی ایسا کافر جس پر مکمل طور پر اعتماد نہ ہو اس سے مدد لینا اس لیے درست نہیں کہ کہیں وہ اس طرح مسلمانوں کو فریب میں مبتلا کر کے ان کا جانی و مالی نقصان نہ کر دے۔ البتہ اگر کسی کافر و مشرک کی دیانت داری مسلم ہو تو پھر اس سے مدد لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح ایسے کفار و مشرکین جن پر اعتماد ہو ان سے سامان حرب بھی خریدا جاسکتا ہے اور ان کے ساتھ مشترکہ جنگی مشقیں بھی کی جاسکتی ہیں اور ان کے ساتھ جنگی معاملات کا تبادلہ

بھی کیا جا سکتا ہے۔

فقہی احکام: قابل اعتماد مشرکین و کفار سے فوجی مدد لی جاسکتی ہے۔

۱۱۷۷:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَأَى اِمْرَأَةً مَقْتُولَةً فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ ,فَأَنْكَرَ قَتْلَ اَلنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب قتل الصبیان فی الحرب ، باب قتل النساء فی الحرب: ۳۰۱۴، ۳۰۱۵، مسلم: ۱۷۴۴، ابوداود: ۲۶۶۸، الترمذی: ۱۶۳۳، ابن ماجة: ۲۸۴۱، مؤطا: ۴۴۷/۳، احمد: ۱۲۲/۲، ۱۲۳

۱۱۷۷:حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک غزوہ میں ایک مقتولہ کی لاش دیکھی تو خواتین اور بچوں کو قتل کرنے سے منع کر دیا۔(متفق علیہ)

۱۱۷۸:وَعَنْ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "اُقْتُلُوا شُيُوخَ اَلْمُشْرِكِينَ ,وَاسْتَبْقُوا شَرْخَهُمْ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَ صَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی قتل النساء: ۲۶۷۰، الترمذی: ۱۶۴۸، احمد: ۱۲/۵، ۲۰

۱۱۷۸:حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"مشرکین کے تجربہ کار جنگجوؤں کو قتل کرو اور نابالغ بچوں کو باقی رہنے دو۔"(اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: شیوخ: تجربہ کار طاقتور جنگجو۔ شرخھم: شین مفتوح اور راء ساکن، نابالغ بچے۔

تشریح: سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث امام حسن بصری نے نقل کی ہے، سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے امام حسن بصری کا سماع مختلف فیہ ہے۔ اکثر اہل علم کے نزدیک ان کی روایات مقبول ہیں۔ امام ترمذی اور امام ابن حبان کا شمار بھی ان ائمہ میں ہوتا ہے جو ان کی روایت قبول کرتے ہیں۔ ویسے بھی اس روایت کے مفہوم کو صحیح احادیث کی تائید حاصل ہے۔

فقہی احکام: (۱) بچوں، خواتین، عمر رسیدہ افراد اور درویشوں کو قتل کرنا ممنوع ہے۔

(۲) جو لوگ لڑائی سے الگ تھلگ ہوں ان کے ساتھ مشفقانہ سلوک کیا جائے۔

۱۱۷۹: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُمْ تَبَارَزُوا يَوْمَ بَدْرٍ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ مُطَوَّلاً.

البخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جهل: ۳۹۶۵۔ ۳۹۷۰، ابوداود: ۲۶۶۵، احمد: ۱۱۷/۱، الحاکم: ۱۹۴/۳

۱۱۷۹: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بدر کے روز مقابلے کیلئے چیلنج کیا۔(اسے بخاری نے روایت کیا اور ابوداؤد نے مفصل حدیث نقل کی ہے۔)

تشریح: بدر کے روز جب مسلمانوں اور مشرکین کی افواج آمنے سامنے ہوئی تو مشرکین نے مقابلے کیلئے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کو میدان میں اتارا، ان کا مقابلہ کرنے کیلئے حضرت عبیدہ بن الحارث، حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت علی رضی اللہ عنہم میدان میں اترے، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ کو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو للکارا، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اپنے مخالفین کو واصل جہنم کر دیا، لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور عتبہ کا مقابلہ طول پکڑ گیا، حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے حریف قتل کرنے کے بعد عتبہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا، لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) امیر کی اجازت سے کفار کا چیلنج قبول کرنا مسنون ہے۔

(۲) کفار کا چیلنج اسی مسلمان مجاہد کو قبول کرنا چاہیے جو کافر کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۱۲۸۰: وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ ﷜ قَالَ إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِينَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ ,يَعْنِي قوله تعالى ﴿وَلا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ قَالَهُ رَدًّا عَلَى مَنْ أَنْكَرَ عَلَى مَنْ حَمَلَ عَلَى صَفِ الرُّومِ حَتَّى دَخَلَ فِيهِمْ. رَوَاهُ الثَّلَاثَةُ ,وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ , وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی قوله تعالیٰ﴿ولا تلقوا بايديكم ......﴾: ۲۵۱۲، الترمذی: ۲۹۷۲، النسائی فی الکبریٰ: ۶/ ۲۹۸ ، ۲۹۹، ابن حبان: ۴۷۱۱، الحاکم: ۲/۲۷۵

۱۲۸۰: حضرت ابوایوب ﷜ نے بیان کیا کہ یہ آیت ہمارے انصاری بھائیوں کے بارے میں نازل ہوئی یعنی ارشاد باری تعالیٰ ﴿اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو﴾ ایسا انہوں نے ان لوگوں پر نقد کرتے ہوئے کہا جنہوں نے اس مجاہد پر نقد کیا تھا جس نے رومیوں پر ان کی صفوں میں گھس کر حملہ کیا تھا۔ (اسے تینوں نے بیان کیا ہے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: المعشر: جماعت۔ ولا تلقوا بايديكم: اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں مت ڈالو، یہاں ہاتھوں سے مراد جانیں ہیں، یعنی اپنی جانوں کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ التهلكة: موت۔

تشریح: یہ روایت مفصل اس طرح ہے کہ مسلمانوں نے قسطنطینیہ پر حملہ کیا تو ایک مسلمان مجاہد مسلمانوں کی صف سے آگے بڑھ کر کفار کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھ گیا، اسے دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا کہ اس شخص نے اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے اور بطور استشہاد مذکورہ بالا آیت تلاوت کی، اس پر حضرت ابوایوب ﷜ نے کہا کہ اس آیت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کیونکہ یہ آیت تو ہمارے ان انصاری بھائیوں کے لیے نازل ہوئی تھی جو جہاد ترک کر کے اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے تھے۔

فقہی احکام: (۱) ترک جہاد تباہی کا پہلا زینہ ہے۔ (۲) آگے بڑھ کر دشمنوں کی صفوں پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔
(۳) آیت کا مفہوم غلط بیان کرنے والے کا ردفی الفور ضروری ہے۔

۱۲۸۱: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ﷠ قَالَ حَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نَخْلَ بَنِي النَّضِيرِ ,وَقَطَعَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب المغازی، باب حديث بنی نضير: ۴۰۳۱، مسلم: ۱۷۴۶، ابوداود: ۲۶۱۵، الترمذی: ۱۲۰۸ ، ۳۳۰۳، ابن ماجة: ۲۸۴۴ ، ۲۸۴۵، احمد: ۲/۸۰ ، ۸۶ ، ۱۲۳، المعجم الاوسط: ۳۸۷۹

۱۲۸۱: حضرت عبداللہ بن عمر ﷠ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کی کھجوروں کے باغات جلا دیئے اور کاٹ دیئے۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: حرق: جلا دیئے۔

تشریح: بنونضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں سکونت پذیر تھا، میثاق مدینہ میں یہ بھی شامل تھا، اس نے معاہدہ توڑ کر رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی۔ آپ ﷺ نے چھ روز تک ان کا محاصرہ کیے رکھا، اس دوران آپ ﷺ نے ان کی کھجوروں کے باغات نذر آتش کر دیئے۔ انہوں نے آپ ﷺ سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ مدینہ چھوڑ کر اپنے علاقوں کی طرف چلے جائیں گے اور وہ اپنے ساتھ فقط اس قدر مال لے کر جائیں گے جو ان کی سواریاں اٹھا سکیں گی، ان کے اموال میں اسلحہ شامل نہیں ہوگا۔ ان کو جلاوطن کرنے کے بعد ان کا مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷜ سے مروی روایت میں بھی بنونضیر کے مال نذر آتش کرنے کا ذکر ہے۔

فقہی احکام: غیر مسلموں کے باغات کو بوقت ضرورت قطع کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۸۲: وَعَنْ عُبَادَةَ بْنِ اَلصَّامِتِ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم "لَا تَغُلُّوا ; فَإِنَّ اَلْغُلُولَ نَارٌ وَعَارٌ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي اَلدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

احمد: ۲۲۷۶۲، النسائی: ۷/۱۳۱، المعجم الاوسط: ۹۴۷، ۱۴۵۳، ابوداود: ۲۷۱۰، ابن حبان: ۴۸۵۳، ۴۸۵۵، الحاکم: ۲/۱۲۷، دلائل النبوۃ: ۴/۲۵۵، عبدالرزاق: ۹۵۰۰ ــ ۹۵۰۲، ابن ابی شیبۃ: ۱۲/۴۹۱، ۴۹۲، ابن ماجۃ: ۲۸۵۰، الطبرانی: ۵۱۷۷، البخاری: ۳۰۸۳، مسلم: ۱۸۳۱، الدارمی: ۲/۲۳۰، ۲۳۱

۱۲۸۲: حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خیانت مت کریں، کیونکہ خیانت کی سزا جہنم ہے اور یہ خیانت کرنے والوں کیلئے دنیا اور آخرت میں باعث ملامت ہے۔" (اسے احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **الغلول:** غین مضموم ہے اور یہ غلَّ یغل کا مصدر ہے یعنی مال غنیمت سے خیانت کرنا۔ **عار:** ملامت ورسوائی۔

تشریح: علامہ ہیثمی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں ام حبیبہ بنت عرباض نامی ایک خاتون ہے، میں نے اس کے بارے میں کسی صاحب علم کی نہ تو جرح پڑھی ہے اور نہ توثیق۔ لیکن اس روایت کی تائید حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت جریر بن عبداللہ اور حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہم سے مروی روایات سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خیبر میں ایک مسلمان کی میت لائی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" یہ سن کر صحابہ کے رنگ اڑ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا: "تمہارے اس ساتھی نے مال غنیمت سے خیانت کی ہے۔" جب انہوں نے اس کے سامان کی تلاشی لی تو اس کے سامان سے ایک یہودی کا موتی برآمد ہوا جس کی مالیت دو درہم سے کم تھی۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں بھی خائن کے جہنمی ہونے کا ذکر ہے۔

ان روایات سے یہ واضح ہوا کہ مال غنیمت سے خیانت کرنا انتہائی شرمناک فعل ہے اور مسلم مجاہد کو ایسے عیوب سے پاک ہونا چاہیے۔

۱۲۸۳: وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَضَى بِالسَّلَبِ لِلْقَاتِلِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَأَصْلُهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یمنع القاتل السلب ان رأی ......: ۲۷۱۹، صحیح مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب استحقاق القاتل سلب القتیل: ۱۷۵۱ ـ ۱۷۵۳، ابن حبان: ۴۸۳۶، ۴۸۳۷

۱۲۸۳: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر مقتول کا ساز وسامان مسلمان قاتل کو دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔)

لغوی تحقیق: **السلب:** سین اور لام مفتوح، کافروں سے چھینا ہوا مال۔

تشریح: اسی مفہوم کی احادیث حضرت انس، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہیں، جمہور کے نزدیک مقتول کافر کا وہی سامان اس کے مسلم قاتل کو ملے گا جو لباس یا آلات حرب کی صورت میں ہوگا۔ علامہ عینی کا کہنا ہے کہ اس کی سواری بھی مسلم قاتل کو ملے گی۔ صحیح مسلم میں یہ روایت مفصل مروی ہے۔

۱۲۸۴: وَعَنْ عَبْدِ اَلرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ قَتْلِ أَبِي جَهْلٍ قَالَ فَابْتَدَرَاهُ بِسَيْفَيْهِمَا حَتَّى قَتَلَاهُ ,ثُمَّ انْصَرَفَا إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَأَخْبَرَاهُ, فَقَالَ "أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟ هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟" قَالَا لَا قَالَ فَنَظَرَ فِيهِمَا, فَقَالَ "كِلَاكُمَا قَتَلَهُ ,سَلَبُهُ لِمُعَاذِ بْنِ عَمْرِو بْنِ اَلْجَمُوحِ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب استحقاق القاتل سلب القتیل: ۱۷۵۲، البخاری: ۳۱۴۱، احمد: ۱/۱۹۲، ابن حبان: ۴۸۴۰، البیهقی: ۳۰۶/۶

۱۲۸۴: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے ابوجہل کے قتل کے متعلق ایک مفصل روایت منقول ہے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر ابوجہل کی طرف بڑھے اور انہوں نے اسے قتل کر کے دم لیا، پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قتل ہونے کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم دونوں میں سے کس نے اسے قتل کیا؟ کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لیں ہیں؟" انہوں نے عرض کیا، نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تلواروں کا مشاہدہ کیا اور فرمایا: "تم دونوں ہی نے اسے قتل کیا ہے۔" لیکن ابوجہل کا سلب شدہ سامان حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دینے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ (بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: ابتدراہ: اس کی طرف جلدی سے لپکے۔

تشریح: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہین معاذ بن عمرو بن جموح اور معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہما غزوہ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دائیں بائیں تھے، اور یہ دونوں ابھی جوانی میں قدم رکھ رہے تھے، بنابریں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے دائیں بائیں دیکھ کر اپنے دل ہی دل میں کہا، کاش! میں ان دونوں سے زیادہ طاقتوروں کے مابین ہوتا، وہ کہتے ہیں کہ میں اسی سوچ میں تھا کہ ان دونوں میں سے ایک نے مجھے پکڑ کر کہا، چچا جان! کیا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا، ہاں! لیکن تمہیں اس سے کیا کام؟ ایک نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ رسول اکرم کو گالیاں دیتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں اس وقت تک اس سے الگ نہیں ہوں گا، جب تک ہم میں سے کوئی ایک لقمہ اجل نہیں بن جائے گا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس کی باتیں سن کر حیرت میں تھا کہ دوسرے نے مجھے پکڑتے ہوئے وہی کچھ کہہ دیا، اسی دوران میری نگاہ ابوجہل پر پڑی وہ اپنی صفیں درست کر رہا تھا، میں نے ان دونوں سے کہا، جس کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو وہ نظر آ رہا ہے، وہ دونوں جلدی سے اس کی طرف بڑھے اور اس پر اپنی تلواروں سے حملہ کر کے اسے نیم مردہ کر دیا، پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قتل سے آگاہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ دونوں میں سے کس نے قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا، میں نے قتل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛" کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لیں؟" انہوں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی تلواروں کا مشاہدہ کرنے کے بعد فرمایا: "تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے۔" لیکن ابوجہل کے سامان کے بارے میں فرمایا کہ "یہ معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا ہے۔"

حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا وار چونکہ فیصلہ کن تھا، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ بعض روایات میں ہے کہ اس لعین کا سر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے قلم کیا تھا، اس لیے اس کی تلوار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو عنایت فرمائی تھی۔

فقہی احکام: (۱) کافر مقتول کا سامان کسی بھی غازی کو دینے سے پہلے تحقیق کر لینی ضروری ہے کہ اس کا حقیقی قاتل یہی ہے۔ (۲) اگر ایک مقتول کو قتل کرنے کے دو مدعی ہوں تو پھر اس کا مال ومتاع اس غازی کو دیا جائے جس نے ضرب کاری لگائی ہو۔ (۳) اگر ضربیں متوازی ہوں تو دونوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے۔

۱۲۸۵: وَعَنْ مَكْحُولٍ أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم نَصَبَ اَلْمَنْجَنِيقَ عَلَى أَهْلِ اَلطَّائِفِ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي "اَلْمَرَاسِيلِ" وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ.

ابوداؤد فی المراسیل: ۳۳۵

۱۲۸۵: حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طائف والوں پر منجنیق سے حملہ کیا۔ (اسے ابوداؤد نے مراسیل میں درج کیا ہے اوراس کے رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: نصب: نصب کیا۔ المنجنیق: توپ نما آلہ حرب، اس کے ذریعے قلعوں پر پتھر پھینکے جاتے تھے تاکہ قلعوں کی دیواریں گر جائیں

تشریح: اس روایت کے اگرچہ جملہ رواۃ ثقہ ہیں تاہم یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ منجنیق کے استعمال کا مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

فقہی احکام: کفار اگر فضائی حملہ کریں تو جواباً فضائی حملے کیے جاسکتے ہیں، اگر وہ ایٹم بم گرائیں تو ان پر ایٹم بم بھی گرائے جاسکتے ہیں۔

۱۲۸۶: وَوَصَلَهُ الْعُقَيْلِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ.

كتاب الضعفاء للعقيلى: ۲۴۳/۲ ، ۲۴۴

۱۲۸۶: امام عقیلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ضعیف سند سے مروی روایت موصولاً نقل کی ہے۔

تشریح: یہ روایت عبداللہ بن خراش کے منکر الحدیث ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۲۸۷: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ ,فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ: ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ, فَقَالَ "اُقْتُلُوهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخارى، كتاب الجهاد، باب قتل الاسير وقتل الصبر: ۳۰۴۴، مسلم: ۱۳۵۷، ابوداود: ۲۶۸۵، الترمذى: ۱۶۷۰، النسائى: ۲۰۰/۵، ابن ماجة: ۲۸۰۵، المؤطا: ۴۲۳/۱، احمد: ۱۰۹/۳ ، ۱۶۴،الدارمى: ۱۹۳۸ ، ابن حبان: ۳۷۱۹، ابن ابى شيبة: ۴۹۲/۴، الحميدى: ۱۲۱۲ ، البيهقى: ۲۰۵/۸

۱۲۸۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ ﷺ کے سر پر خود تھا، آپ ﷺ نے جب خود اتارا تو ایک آدمی نے حاضر ہوکر عرض کیا، ابن خطل کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہے ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے قتل کر دو" بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: المغفر: میم مکسور اور غین ساکن، خود۔ استار الکعبۃ: یہ سترۃ کی جمع ہے یعنی کعبہ کے غلاف۔

تشریح: عبداللہ بن خطل پہلے مسلمان تھا، آپ ﷺ نے اسے اور ایک انصاری کو صدقات جمع کرنے کیلئے بھیجا، اس بد بخت نے اس انصاری کو قتل کردیا اور دین اسلام سے منحرف ہوکر کفار مکہ سے جاملا، اس کی دو لونڈیاں تھیں، اس نے ان دونوں کو نبی کریم ﷺ کے بارے میں بدزبانی کرنے پر مامور کررکھا تھا۔ آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہوتے وقت صحابہ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ابن خطل کیلئے کوئی معافی نہیں، اسے قتل کردینا اگرچہ وہ کعبہ کے پردوں کے ساتھ بھی لپٹا ہوا کیوں نہ ہو۔

فقہی احکام: حرم میں خون بہانا جائز نہیں لیکن حرم ایسے مجرم کو پناہ نہیں دیتا جو قاتل ہو یا اس نے اللہ تعالیٰ کی کسی حد کو پامال کیا ہو۔

۱۲۸۸: وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَتَلَ يَوْمَ بَدْرٍ ثَلَاثَةً صَبْراً. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي "اَلْمَرَاسِيلِ" وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ

ابوداؤد فى المراسيل: ۳۳۷

۱۲۸۸: حضرت سعید بن جبیر سے رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے روز تین آدمیوں کو باندھ کر قتل کیا۔ (اسے ابوداؤد نے مراسیل میں نقل کیا ہے اوراس کے رواۃ ثقہ ہیں۔)

لغوی تحقیق: صبرا: صاد مفتوح اور باء ساکن، ایسا مقتول جسے نہ تو میدان کارزار میں مارا گیا ہو اور نہ غلطی سے مارا گیا ہو، خواہ اسے باندھ کر مارا جائے یا دوڑتے ہوئے کو مارا جائے، اسے صبر کہتے ہیں۔

تشریح: کہا جاتا ہے کہ نصر بن حارث کو مقام صفراء پر اور عقبہ بن ابی معیط کو مقام ظبیہ پر قتل کیا گیا تھا، تیسرا نام طعیمہ بن عدی کا لیا جاتا ہے لیکن یہ قول درست نہیں، کیونکہ طعیمہ کے بارے میں اہل سیر نے بالجزم لکھا ہے کہ یہ شخص معرکہ بدر میں واصل جہنم ہوا تھا۔ ان تینوں سے متعلق روایات متعدد طرق سے منقول ہیں، لیکن کوئی طریق بھی علت سے محفوظ نہیں۔

فقہی احکام: جس کافر کے بارے میں یقین ہو کہ یہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے جا رہا ہے، اسے راستے میں قتل کیا جا سکتا ہے۔

١٢٨٩: وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَدَى رَجُلَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ بِرَجُلٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. أَخْرَجَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَأَصْلُهُ عِنْدَ مُسْلِمٍ.

الترمذی، ابواب السیر، باب ماجاء فی قتل الاساری والفداء: ١٥٦٨، مسلم: ١٦٤١، ابوداود: ٣٣١٦، احمد: ٤/٤٣٠، ٤٣٣، ابن حبان: ٤٨٥٩، ٤٨٦٠، عبدالرزاق: ٩٣٩٥، الشافعی: ٢/١٢١، الطبرانی: ٧٢٣٢، البیہقی: ٩/٧٢

١٢٨٩: حضرت عمران بن حصین ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ایک قیدی کو دو مسلمان قیدیوں کے عوض رہا کیا۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے، اس کی اصل مسلم میں ہے۔)

لغوی تحقیق: فدی: مال یا کسی اور چیز کے بدلے قیدی آزاد کر دینا۔

تشریح: صحیح مسلم میں ہے کہ بنوثقیف، بنوعقیل کے حلیف تھے، بنوثقیف نے دو صحابی گرفتار کر لیے، اور مسلمانوں نے جواباً بنوعقیل کا ایک آدمی گرفتار کر لیا، جب اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے حلیف ثقیف کے جرم کی وجہ سے تجھے گرفتار کیا گیا ہے۔" پھر اس شخص کو دو صحابہ کی آزادی کے بدلہ میں آزاد کیا گیا۔

صحیح ابن حبان میں ہے، اس مشرک قیدی کا تعلق بنی عامر بن صعصعہ سے تھا۔ عبدالرزاق میں ہے کہ اس مشرک قیدی کا تعلق بنوثقیف سے تھا جبکہ بنوثقیف، بنوعامر کے حلیف تھے۔ حضرت سلمہ بن اکوع ﷺ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے بنوفزارہ قبیلے کی ایک مشرک قیدی خاتون کے عوض اہل مکہ سے کئی مسلمان قیدی آزاد کروائے تھے۔

فقہی احکام: (١) دشمن کے جرم کی سزا، اس کے فوجی حلیف کو دی جا سکتی ہے۔ (٢) جنگی قیدیوں کا تبادلہ جائز ہے۔
(٣) قیدی کا بیان بعد از تحقیق قبول کیا جائے۔

١٢٩٠: وَعَنْ صَخْرِ بْنِ الْعَيْلَةِ ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "إِنَّ الْقَوْمَ إِذَا أَسْلَمُوا أَحْرَزُوا دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ" أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ, وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُونَ.

ابوداود، کتاب الوصایا، باب فی اقطاع الارضین: ٣٠٦٧، احمد: ٤/٣١٠، البخاری: ١٣٩٩، مسلم: ٢٠، النسائی: ٥/٦، ابن حبان: ١٧٤، ١٧٥، ٢١٦، ٢١٩، عبدالرزاق: ١٨٧١٨

١٢٩٠: حضرت صخر بن عیلہ ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ جو قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو وہ اپنے خون اور مال محفوظ کر لیتی ہے۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام رواۃ کی توثیق کی گئی ہے۔)

لغوی تحقیق: احرزوا: محفوظ کرلیا۔

تشریح: اس روایت کی مؤید ایک حدیث صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے لوگوں سے اس وقت تک قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ توحید کا اقرار نہیں کر لیتے، اور جب وہ توحید کا اقرار کر لیتے ہیں تو وہ مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیتے ہیں۔"

اسی مفہوم کی احادیث حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے بھی منقول ہیں۔ یہاں اقرار توحید سے مراد اقرار رسالت بھی ہے، کیونکہ رحمت عالم ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد اقرار رسالت کے بغیر اقرار توحید معتبر نہیں۔

فقہی احکام: (۱) کسی مسلمان کیلئے لائق نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کی عزت وآبرو سے کھیلے اور نہ اس کیلئے کسی مسلمان کا مال غلط طریقے سے حاصل کرنے کا حق ہے۔ (۲) سرکش منکرین اسلام سے اس وقت تک جہاد کرنا لازم ہے جب تک وہ اسلام قبول نہیں کر لیتے۔

۱۲۹۱: وَعَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضي الله عنه أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي أُسَارَى بَدْرٍ " لَوْ كَانَ اَلْمُطْعِمُ بْنُ عَدِيٍّ حَيًّا ,ثُمَّ كَلَّمَنِي فِي هَؤُلَاءِ اَلنَّتْنَى لَتَرَكْتُهُمْ لَهُ" رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاري، كتاب فرض الخمس، باب مامنَّ النبي ﷺ على الاسارى من غير ان يخمس: ۳۱۳۹، ابوداود: ۲۶۸۹، احمد: ۸۰/۴

۱۲۹۱: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں فرمایا: "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ ان مرداروں کے بارے میں مجھ سے بات کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں رہا کر دیتا۔" (البخاری)

لغوی تحقیق: اساریٰ: یہ اسیر کی جمع ہے اور اسیر کی جمع اسریٰ بھی آتی ہے، یعنی قیدی۔ النتنیٰ: علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ یہ نتن کی جمع ہے۔ صاحب **المعجم الوسیط** نے اس کا معنی بدبودار بیان کیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے روساء قریش کو بدبوداران کے گندے عقائد کی وجہ سے کہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مشرکین کو نجس قرار دیا ہے۔

تشریح: مطعم بن عدی کا شمار قریش کے شرفا میں ہوتا تھا، آپ ﷺ جب طائف والوں کو دعوت اسلام دے کر واپس تشریف لائے تو مطعم بن عدی نے آپ ﷺ کو پناہ دی اور انہیں اپنی حمایت کی یقین دہانی کرائی۔ قریش نے جب آپ ﷺ سے مقاطعہ کر کے آپ ﷺ کو شعب ابی طالب میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا تو اس مقاطعہ کی جن پانچ قریشی روسا نے مخالفت کرتے ہوئے اس معاہدے کو چاق کیا، ان میں مطعم بن عدی پیش پیش تھا، اور یہ معرکہ بدر سے تقریباً سات ماہ قبل فوت ہو چکا تھا۔

زیر مطالعہ حدیث میں آپ ﷺ نے اس کے اسی احسان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: "اگر تیرا والد بزرگوار زندہ ہوتا اور وہ ان کی سفارش کرتا تو میں اس کی سفارش قبول کر کے انہیں رہا کر دیتا۔"

فقہی احکام: (۱) مشرک قیدیوں کو فدیہ لے کر رہا کیا جا سکتا ہے۔ (۲) قیدیوں کے حق میں سفارش قبول کی جا سکتی ہے۔ (۳) کافر کے احسان کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے۔ (۴) کافر کی کسی خوبی پر اسے داد تحسین دی جا سکتی ہے۔

۱۲۹۲: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ اَلْخُدْرِيِّ رضي الله عنه قَالَ أَصَبْنَا سَبَايَا يَوْمَ أَوْطَاسٍ لَهُنَّ أَزْوَاجٌ ,فَتَحَرَّجُوا ,فَأَنْزَلَ اَللَّهُ تَعَالَى ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ اَلنِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الرضاع، باب جواز وطئى المسبية بعد الاستبراء: ۱۴۵۶، ابوداود: ۲۱۵۵، الترمذي: ۱۱۴۶، احمد: ۷۲/۳

۱۲۹۲: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جنگ اوطاس میں ہمیں شادی شدہ لونڈیاں دستیاب ہوئیں، ہم نے ان کے قریب جانے کو گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی ﴿شادی شدہ خواتین حرام ہیں لیکن جو شادی شدہ خواتین تمہاری ملکیت بن جائیں وہ حرام نہیں۔﴾ مسلم

لغوی تحقیق: سبایا: یہ سبیۃ کی جمع ہے، ایسی خواتین جولونڈیاں بنائی گئیں ہوں۔ اوطاس: یہ مکہ اور طائف کے مابین واقع ایک مقام کا نام ہے۔ فتحرجوا: انہوں نے اسے گناہ خیال کیا۔ المحصنات: قرآن حکیم میں یہ لفظ چار معانی میں استعمال ہوا ہے (۱) پاکدامن خواتین۔ (۲) مسلمان خواتین۔ (۳) آزاد خواتین۔ (۴) شادی شدہ خواتین۔ یہاں آخری مراد ہے۔

تشریح: ۸ھ میں فتح مکہ سے فارغ ہوکر آپ ﷺ نے مکہ کے آس پاس قبائل کا رخ کیا، اور مقام اوطاس پر بنوہوازن سے مسلمانوں کا سامنا ہوا، اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ بڑی تعداد میں ایسی خواتین آئیں جو شادی شدہ تھیں اور ان کے شوہر زندہ تھے۔ بنابریں ان کے ساتھ وطی کرنے کو مسلمانوں نے گناہ خیال کیا، اس پر ان کی حلت سے متعلق مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

فقہی احکام: (۱) جو شادی شدہ خواتین جنگ میں قیدی بنالی جائیں اور ان کے شوہر فرار ہونے میں کامیاب ہوجائیں تو ان کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ (۲) ایسی خواتین سے رحم کی صفائی ظاہر ہونے کے بعد وطی کرنا جائز ہے۔

۱۲۹۳: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ سَرِيَّةٍ وَأَنَا فِيهِمْ ,قِبَلَ نَجْدٍ ,فَغَنِمُوا إِبِلاً كَثِيرَةً ,فَكَانَتْ سُهْمَانُهُمْ اِثْنَىْ عَشَرَ بَعِيراً ,وَنُفِّلُوا بَعِيراً بَعِيراً. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین: ۳۱۳۴، مسلم: ۱۷۴۹، ابوداود: ۲۷۴۱۔ ۲۷۴۵، المؤطا: ۲ /۴۵۰، احمد: ۲ /۶۲، ابن حبان: ۴۸۳۳ ، ۴۸۳۴، عبدالرزاق: ۹۳۳۵ ، ۹۳۳۶، ابن الجارود: ۱۰۷۴ ، البیہقی: ۶/۳۱۲

۱۲۹۳: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، میں بھی اس لشکر میں شامل تھا، انہیں اس میں بہت سے اونٹ مال غنیمت کے طور پر ملے، ہر مجاہد کے حصہ میں بارہ بارہ اونٹ آئے، اور ایک ایک اونٹ ان سب کو زائد دیا گیا۔ بخاری ومسلم

لغوی تحقیق: نجد: نون مفتوح اور جیم ساکن، سطح مرتفع، یہ علاقہ عرب کے قلب میں واقع ہے، اس کے مشرق میں خلیجی ریاستیں مغرب میں سفوح الجبال السراۃ الشرقیہ، جنوب میں میدانی علاقہ اور شمال میں مشارف بلد ان شام۔ سھمانھم: سین مضموم اور ھاء ساکن، یہ سھم کی جمع ہے، یعنی مال غنیمت میں مجاہدین کے حصے۔ نفلوا: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے نون مضموم اور فاء مکسور ہے، یعنی ہر مجاہد کو اس کے اپنے حصہ سے زائد دیا گیا

فقہی احکام: (۱) کفار کے مقابلے کیلئے لشکروں کو تیار رکھنا ضروری ہے۔ (۲) لشکر کے ہاتھ جو مال غنیمت آئے اس کے چار حصہ لشکر کے شرکا میں تقسیم کردیئے جائیں۔ (۳) امیر اگر لشکر کی حوصلہ افزائی کرنا چاہے تو انہیں ان کے حصوں سے زائد بھی دے سکتا ہے۔

۱۲۹۴: وَعَنْهُ قَالَ قَسَمَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ لِلْفَرَسِ سَهْمَيْنِ ,وَلِلرَّاجِلِ سَهْمًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبُخَارِيِّ وَلِأَبِي دَاوُدَ ، أَسْهَمَ لِرَجُلٍ وَلِفَرَسِهِ ثَلَاثَةَ أَسْهُمٍ: سَهْمَيْنِ لِفَرَسِهِ ,وَسَهْماً لَهُ.

البخاری، کتاب الجہاد، باب سہام الفرس: ۲۸۶۳، مسلم: ۱۷۶۲، الترمذی: ۱۱۶۱، ابن ماجۃ: ۲۸۵۴، ابوداود: ۲۷۳۳، احمد: ۲/۴۱

۱۲۹۴: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے روز گھڑ سوار کو دو دو حصے اور پیادوں کو ایک ایک حصہ عنایت

فرمایا۔(بخاری ومسلم، مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔)اور ابوداؤد میں ہے، پیدل مجاہد کو ایک حصہ اور گھڑسوار کو تین تین حصے دیئے، دو حصے اس کے گھوڑے کے اور ایک حصہ مجاہد کا۔

لغوی تحقیق: **الفرس:** فاء اور راء مفتوح گھڑسوار۔ **الراجل:** پیدل۔

تشریح: گھڑسوار جنگ میں کلیدی کردار ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خود کو خطرات میں بھی مبتلا کرتا ہے، نیز وہ جنگ میں استعمال ہونے والے گھوڑے کی خدمت عام دنوں میں بھی کرتا ہے، اس لیے رحمت عالم ﷺ نے گھڑسوار کو ایک حصہ اس کا اپنا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے عنایت فرمائے۔ صحیحین اور ابوداؤد کی روایات میں تعارض نہیں کیونکہ ابوداؤد کی روایت میں صحیحین کی روایت کی تفسیر و توضیح ہے۔ یعنی گھوڑسوار کو دو حصے اس کے گھوڑے کی وجہ سے اور ایک حصہ اسے اپنا ملا، اس طرح اسے کل تین حصے ملے۔

١٢٩٥: وَعَنْ مَعْنِ بْنِ يَزِيدَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ "لا نَفَلَ إِلَّا بَعْدَ اَلْخُمُسِ" رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ, وَصَحَّحَهُ اَلطَّحَاوِيُّ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب النفل من الذهب و الفضة ومن اول مغنم: ٢٧٥٣، احمد: ٣/٤٧٠، البيهقي: ٦/٣١٤، شرح معاني الآثار: ٣/٢٤٢، المعجم الاوسط: ٣٧٦٠

تنبیہ: صاحب توضیح الاحکام نے اس روایت کی سند ابوعبید کے حوالے سے؛ عفان عن ابی عوانة عن ابی الجویریة عن معن بن یزید؛ نقل کی ہے۔ جبکہ مسند احمد، ابوداؤد اور معجم الاوسط میں ابوعوانۃ اور ابو الجویریہ کے مابین عاصم بن کلیب کا واسطہ بھی ہے۔

١٢٩٥: حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے:"اضافی حصے خمس نکالنے کے بعد دیئے جائیں گے۔"(اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے، اور طحاوی نے اسے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **خمس:** پانچواں حصہ۔ **معن:** میم مفتوح اور نون ساکن، حضرت معن بن یزید رضی اللہ عنہ کا شمار ان چند صحابہ میں ہوتا ہے جن کی تین پشتوں کو صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

تشریح: مجاہدین کو ان کے حصہ سے زائد دینا بالاتفاق جائز ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ وہ زائد حصہ اصل مال غنیمت سے یا خمس سے دیا جائے گا، زیر مطالعہ حدیث سے تو یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ خمس نکالنے کے بعد دیا جائے گا۔ آپ ﷺ مال غنیمت سے حاصل ہونے والے خمس کو پانچ مدات میں تقسیم فرماتے تھے۔(١) مصالح عامہ میں (٢) قریشی رشتہ داروں میں (٣) یتیموں میں (٤) مساکین میں (٥) مسافروں میں۔ زیر مطالعہ حدیث کو امام طحاوی کے علاوہ حافظ ابن عبدالهادی نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔

١٢٩٦: وَعَنْ حَبِيبِ بْنِ مَسْلَمَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ شَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَفَّلَ اَلرُّبُعَ فِي اَلْبَدْأَةِ ,وَالثُّلُثَ فِي اَلرَّجْعَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ اَلْجَارُودِ ,وَابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فيمن قال الخمس قبل النفل: ٢٧٤٨ - ٢٧٥٠، ابن ماجة: ٢٨٥١، ٢٨٥٣، احمد: ٤/١٥٩، ١٦٠، ابن حبان: ٤٨٣٥، ابن الجارود: ١٠٧٨، ١٠٧٩، الحاكم: ٢/١٣٣، البيهقي: ٦/٣١٣، الطبراني: ٣٥٢٩، الطحاوي: ٣/٢٣٩، عبدالرزاق: ٩٣٣١ - ٩٣٣٣

١٢٩٦: حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، آپ ﷺ نے مجھے جہاد میں پہلی بار حملہ کرنے پر چوتھائی حصہ انعام دیا اور دوسری مرتبہ حملہ کرنے پر ایک تہائی حصہ بطور انعام دیا۔ اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ابن جارود، ابن حبان اور حاکم نے صحیح

کہا ہے۔

لغوی تحقیق: البدأ ة :باءمفتوح اوردال ساکن، دشمن کی طرف پہلی مرتبہ پیش قدمی کرنا۔ الرجعة:لشکرکشی کر کے واپس آنا یا دشمن کی طرف دوسری بار پیش قدمی کرنا۔

تشریح: ابن حبان میں ہے کہ ایک چوتھائی اور ایک تہائی خمس نکالنے کے بعد دیا، امام ابن حبان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ انعام خمس میں سے دیا تھا۔

فقہی احکام: خمس میں سے کچھ حصہ مجاہدین میں بطور انعام تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۹۷:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يُنَفِّلُ بَعْضَ مَنْ يَبْعَثُ مِنَ السَّرَايَا لِأَنْفُسِهِمْ خَاصَّةً ,سِوَى قَسْمِ عَامَّةِ اَلْجَيْشِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب و من الدلیل علی ان الخمس......: ۳۱۳۵، مسلم: ۱۷۵۰، ابوداود: ۲۷۴۶، احمد: ۱۴۰/۲

۱۲۹۷: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ بعض دستوں کو خصوصی انعام دیا کرتے تھے، یہ انعام اس تقسیم کے علاوہ ہوتا تھا جو عمومی طور پر لشکر میں تقسیم کیا جاتا تھا۔(بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ تمام فوجی دستوں کو انعام نہیں دیا کرتے تھے اور نہ ہر بار دیا کرتے تھے، گویا فوجی دستوں کو انعام دینا امیر کا صوابدیدی اختیار ہے، اور وہ اس اختیار کو مصلحت کے تقاضوں کے مطابق استعمال کرنے کا پابند ہے۔

۱۲۹۸:وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نُصِيبُ فِي مَغَازِينَا اَلْعَسَلَ وَالْعِنَبَ ,فَنَأْكُلُهُ وَلَا نَرْفَعُهُ. رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ وَلِأَبِي دَاوُدَ، فَلَمْ يُؤْخَذْ مِنْهُمُ اَلْخُمُسُ. وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

البخاری، کتاب فرض الخمس، باب مایصیب من الطعام فی ارض الحرب: ۳۱۵۴، ابوداود: ۲۷۰۱، ابن حبان: ۴۸۲۵، البیہقی: ۵۹/۹، الطبرانی: ۱۳۳۷۲

۱۲۹۸: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے بیان کیا کہ غزوات میں شہد اور انگور ہمارے ہاتھ لگتے تو ہم کھا لیتے لیکن اٹھا کر ساتھ نہیں لے جاتے تھے ۔اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ابوداؤد میں ہے کہ اشیائے خورد ونوش میں سے خمس نہیں نکالا جاتا تھا۔(ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے ایک طریق میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا، وہ لشکر کھانا اور شہد بطور مال غنیمت لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس سے خمس نہیں لیا۔حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ؓ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے غزوہ خیبر میں اشیائے خورد ونوش سے خمس وصول نہیں فرمایا۔

فقہی احکام: (۱) اشیاءخورد ونوش میں خمس نہیں۔(۲) اشیاءخورد ونوش قبل از تقسیم کھائی جاسکتی ہیں، لیکن ذخیرہ کرنا درست نہیں۔

۱۲۹۹: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى ؓ قَالَ أَصَبْنَا طَعَاماً يَوْمَ خَيْبَرَ ,فَكَانَ اَلرَّجُلُ يَجِيءُ ,فَيَأْخُذُ مِنْهُ مِقْدَارَ مَا يَكْفِيهِ ,ثُمَّ يَنْصَرِفُ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ اَلْجَارُودِ ,وَالْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن النهبی ......: ۲۷۰۴، احمد: ۳۵۴/۴، ابن الجارود: ۱۰۷۲، الحاکم: ۱۲۶/۲، البیہقی: ۶۰/۹

۱۲۹۹: حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ ؓ نے بیان کیا کہ غزوہ خیبر میں ہمارے ہاتھ کھانا لگا، ہر مجاہد آتا اور وہ اپنی ضرورت کے مطابق اٹھا کر لے جاتا۔(اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے، ابن جارود اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

فقہی احکام: غزوات میں ہاتھ لگنے والی اشیاءِ خورد ونوش قبل از تقسیم حسب ضرورت اسی مقام پر کھائی جاسکتی ہیں اور وہاں سے اٹھا کر اپنے خیمہ میں لاکر بھی کھائی جاسکتی ہیں۔

۱۳۰۰: وَعَنْ رُوَيْفِعِ بْنِ ثَابِتٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ اَلْآخِرِ فَلَا يَرْكَبْ دَابَّةً مِنْ فَيْءِ اَلْمُسْلِمِينَ ,حَتَّى إِذَا أَعْجَفَهَا رَدَّهَا فِيهِ ,وَلَا يَلْبَسْ ثَوْباً مِنْ فَيْءِ اَلْمُسْلِمِينَ حَتَّى إِذَا أَخْلَقَهُ رَدَّهُ فِيهِ " أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ , وَالدَّارِمِيُّ ,وَرِجَالُهُ لَا بَأْسَ بِهِمْ.

ابوداود، كتاب النكاح، باب في خطئى السبايا: ۲۱۵۹ ، كتاب الجهاد، باب في الرجل ينتفع من الغنيمة بالشئى: ۲۷۰۸، الدارمی: ۲۴۸۸، احمد: ۱۰۸/۴ ، ۱۰۹

۱۳۰۰: حضرت رویفع بن ثابت ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جوشخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمانوں کے مال غنیمت کے جانوروں پر سواری مت کرے، یہاں تک کہ جب وہ کمزور ہو جائیں تو انھیں مال غنیمت میں واپس جمع کر دے، اور مسلمانوں کے مال غنیمت کا کپڑا مت زیب تن کرے، یہاں تک کہ وہ اسے بوسیدہ کر کے واپس کر دے۔" اسے ابوداؤد اور دارمی نے روایت کیا ہے، اس کے رواۃ میں کوئی عیب نہیں۔

لغوی تحقیق: **الفئی:** اس کے لغوی معنی واپسی کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس مال کو مال فئی کہتے ہیں جو مسلم مجاہدین کو کفار سے بلا قتال حاصل ہو۔ **اعجفها:** ہمزہ مفتوح اور عین ساکن، یعنی اس سواری کو کمزور کر دے۔ **اخلقها:** ہمزہ مفتوح اور خاء ساکن، یعنی بوسیدہ کر دے۔

تشریح: مال فئی اور مال غنیمت کا استعمال قبل از تقسیم ممنوع ہے، خواہ استعمال کرنے والے کی نیت یہ ہو کہ وہ چند دن استعمال کر کے واپس کر دے گا، کیونکہ یہ بھی غلول کی ایک قسم ہے، آپ ﷺ نے غلول کی سخت مذمت فرمائی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو ؓ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر ؓ مال غنیمت سے خیانت کرنے والے کے مال کو نذر آتش کر دیتے تھے اور مال غنیمت سے اس کا حصہ روک لیا کرتے تھے۔ مؤلف ؒ نے یہاں تو اس کے رجال کے بارے میں؛ **لابأس بهم؛** کہنے پر اکتفا کیا ہے، لیکن **فتح الباری** میں اس روایت کو حسن کہا ہے

فقہی احکام: (۱) مال غنیمت کا استعمال قبل از تقسیم ممنوع ہے۔ (۲) مال غنیمت سے خیانت کرنے والے کا حصہ ضبط کر لینا چاہیے۔

۱۳۰۱: وَعَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ اَلْجَرَّاحِ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ "يُجِيرُ عَلَى اَلْمُسْلِمِينَ بَعْضُهُمْ" أَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ ,وَأَحْمَدُ ,وَفِي إِسْنَادِهِ ضَعْفٌ.

ابن ابی شيبة، كتاب الجهاد، باب امان المرأة والمملوک: ۲۸۹/۷، مسند احمد: ۱۹۵/۱، المعجم الاوسط: ۴۸۱۹

۱۳۰۱: حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے "ہر مسلمان پناہ دینے کا مجاز ہے۔" (اسے ابن ابی شیبہ اور احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کمزور ہے۔)

لغوی تحقیق: **يجير:** یہ الاجارۃ سے مشتق ہے، یعنی پناہ دینا۔

تشریح: مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ سپہ سالار تھے، ان کے لشکر کے ایک سپاہی نے کسی کو پناہ دے دی، حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن عاص ؓ نے کہا کہ ہم اس کو پناہ نہیں دیں گے، حضرت ابوعبیدہ ؓ نے کہا کہ ہم اسے پناہ دیں گے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر مسلمان پناہ دینے کا مجاز ہے۔

یہ روایت ولید بن ابی مالک، عبدالرحمٰن بن سلمہ کے حوالے سے ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، جبکہ قاسم بن عبدالرحمٰن کے توسط سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ ان دونوں روایات کا مرکزی راوی عبدالرحیم بن سلیمان ہے، موصوف کتب ستہ کا راوی ہے، اور یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ولید بن ابی مالک سے حجاج بن ارطاۃ کے توسط سے نقل کرتا ہے، اور حجاج ضعیف ہے جبکہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت عبدالرحیم بن سلیمان، ولید بن ابی مالک سے براہ راست نقل کرتا ہے۔ یہی روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے، لیکن وہ عبداللہ بن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۳۰۲: وَلِلطَّيَالِسِيِّ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ "يُجِيرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ أَدْنَاهُمْ"

ابن ابی شیبة، کتاب الجهاد، باب امان المرأة و المملوک: ۷/۶۸۹، احمد: ۴/۱۹۷، ابن ماجة: ۲۶۸۵، ابوداود: ۲۷۵۱، ۴۵۳۱

۱۳۰۲: طیالسی میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عام مسلمان بھی پناہ دینے کا مجاز ہے۔

تشریح: طیالسی نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موقوفاً بیان کی ہے جبکہ ابن ابی شیبہ اور احمد نے مرفوع بیان کی ہے، لیکن یہ روایت ایک راوی کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی سننے کے بعد نہ صرف اپنے موقف سے رجوع کر لیا تھا بلکہ اس حدیث کی روشنی میں فتوی دینا بھی شروع کر دیا تھا۔

اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے بھی مرفوع نقل کی ہے، لیکن یہ محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۳۰۳: وَفِي الصَّحِيحَيْنِ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ.

البخاری، کتاب الجزیة و الموادعة، باب اثم من عاهد ثم غدر: ۳۱۷۹، مسلم: ۱۳۷۰، ابوداود: ۴۵۳۰، الترمذی: ۲۱۲۷، النسائی: ۸/۲۰، احمد: ۱/۱۹، ۱۲۰، البیهقی: ۹/۹۴، ابن ابی شیبة: ۷/۶۹۰

۱۳۰۳: صحیحین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمام مسلمانوں کی پناہ ایک جیسی ہے۔ ان میں سے ہر ایک پناہ دینے کا مجاز ہے۔

۱۳۰۴: زَادَ ابْنُ مَاجَه مِنْ وَجْهٍ آخَرَ "يُجِيرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ"

ابن ماجة، ابواب الدیات، باب المسلمون تتکافأ دماء هم: ۲۶۸۳

۱۳۰۴: ابن ماجہ نے یہ روایت دوسرے (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے) طرق سے نقل کی ہے، اس میں مزید یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں "ان کا ایک نہایت معمولی آدمی بھی پناہ دینے کا مجاز ہے۔"

لغوی تحقیق: اقصاهم: یہ بھی بمعنی؛ ادناهم؛ ہے یعنی ایک نہایت معمولی مسلمان بھی پناہ دینے کا مجاز ہے۔

تشریح: ابن ماجہ نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم سے نقل کی ہے۔

۱۳۰۵: وَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ هَانِىءٍ رضی اللہ عنہا "قَدْ أَجَرْنَا مَنْ أَجَرْتِ"

البخاری، کتاب الجزیة و الموادعة، باب امان النساء و جوار هن: ۳۱۷۱، مسلم: ۳۳۶، ابوداود: ۲۷۶۳، احمد: ۶/۳۴۳، ابن حبان: ۱۱۸۸

۱۳۰۵: صحیحین میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: "جسے تو نے امان دی اسے ہم نے بھی امان دی۔"

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے متعدد شواہدات نقل کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ حدیث اپنے شواہد کی روشنی میں صحیح ہے اور اس مفہوم کی حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے۔ نیز قرآن حکیم میں بھی بلا تخصیص ہر مسلمان کو کسی بھی پناہ طلب کرنے والے مشرک کو پناہ دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ امام

اوزاعی فرماتے ہیں،اس آیت کا حکم تاقیامت نافذالعمل ہے۔

فقہی احکام: دنیاوی مراتب کے لحاظ سے کوئی مسلمان خواہ کتنا بھی کم تر کیوں نہ ہو وہ پناہ دینے کا مجاز ہے اوراس کی پناہ کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے۔

۱۳۰۶: وَعَنْ عُمَرَ ﷺ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ يَقُولُ "لَأُخْرِجَنَّ اَلْيَهُودَ وَالنَّصَارَى مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ ,حَتَّى لَا أَدَعَ إِلَّا مُسْلِماً" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الجهاد و السیر، باب اخراج الیهود و النصاری من جزیرة العرب: ۱۷۶۷، ابوداود: ۳۰۳۰، الترمذی: ۱۶۰۷، احمد: ۲۹/۱ ، ۳۲/۱، ابن الجارود: ۱۱۰۳، البیهقی: ۲۰۷/۹

۱۳۰۶: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا،آپ ﷺ فرمارہے تھے "میں یہود ونصاریٰ کو جزیرہ عرب سے ضرور نکال دوں گا،اورعرب میں سوائے مسلمانوں کے کسی اور کونہیں رہنے دوں گا۔" (مسلم)

تشریح: یہود ایک مکاراورسازشی قوم ہے،رحمت عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد نہایت رواداری کا مظاہرہ کیا،لیکن یہ بچھو کی طرح ڈستے ہی رہے،آپ ﷺ نے خیبر فتح کرنے کے بعد انہیں خیبر کی زمین ان کے مطالبے پر بٹائی پر دیدی،حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کسی کام سے خیبر گئے اور وہاں جاکر بچھڑ گئے،عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو یہود نے قتل کردیا اوراپنی برأت میں جھوٹا حلف دیدیا۔یہ اوران کی دیگر سازشیں اس بات کی متقاضی تھیں کہ انہیں عرب سے نکال دیا جائے تاکہ مسلمان اس سازشی ٹولے سے نجات حاصل کرلیں،آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنی خواہش کو عملی جامہ نہیں پہنایا،لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جب عہد حکومت آیا تو انہوں نے یہود کو خیبر سے نکال کر جزیرہ العرب کو اس سازشی ٹولے کی نجاست سے پاک کردیا۔

فقہی احکام: (۱) مسلمانوں اور یہود ونصاری کا تمدن ایک دوسرے سے مختلف ہے،مسلمان اگر یہود ونصاری کے ساتھ رہیں گے تو اس بات کا خدشہ ہے کہ یہود ونصاری کی معاشرتی برائیاں کہیں ان میں داخل نہ ہو جائیں۔(۲) غیر مسلم اساتذہ سے اپنے نابالغ بچوں کی تربیت کروانا درست نہیں۔

۱۳۰۷: وَعَنْهُ قَالَ كَانَتْ أَمْوَالُ بَنِي اَلنَّضِيرِ مِمَّا أَفَاءَ اَللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ,مِمَّا لَمْ يُوجِفْ عَلَيْهِ اَلْمُسْلِمُونَ بِخَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ, فَكَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خَاصَّةً ,فَكَانَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةَ سَنَةٍ ,وَمَا بَقِيَ يَجْعَلُهُ فِي اَلْكُرَاعِ وَالسِّلَاحِ ,عُدَّةً فِي سَبِيلِ اَللَّهِ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجهاد، باب المجن ومن یترس بترس صاحبه: ۲۹۰۴، مسلم: ۱۷۵۷، ابوداود: ۲۹۶۵، الترمذی: ۱۷۸۹، النسائی: ۱۳۲/۷، احمد: ۴۸/۱، ابن الجارود: ۱۰۹۷، البیهقی: ۲۹۶/۶

۱۳۰۷: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا کہ بنونضیر کے اموال کا شماران اموال میں ہوتا ہے جواللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی طرف پلٹا دیئے،ان پر مسلمانوں نے گھوڑے اوراونٹ نہیں دوڑائے،یہ اموال فقط نبی کریم ﷺ کیلئے تھے،آپ ﷺ ان اموال سے اپنے اہل عیال کیلئے سال بھر کا خرچہ نکالتے اور جو بچ جاتا اس سے جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری کی خاطر گھوڑے اوراسلحہ خریدلیتے۔(بخاری ومسلم)

لغوی تحقیق: بنو نضیر: یہ یہود کا قبیلہ ہے،ہجرت نبوی سے قبل مدینہ منورہ کے مضافات میں آیا تھا اور میثاق مدینہ میں شامل تھا،لیکن اس نے بہت جلد عہد شکنی کا مظاہرہ کیا،جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے ان کا محاصرہ کرلیا،اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں آپ ﷺ کا رعب اس قدر

ڈال دیا کہ وہ اپنا زیادہ تر مال ومتاع اور گھر بار چھوڑ کر کسی اور جگہ منتقل ہونے پر مجبور ہو گئے۔اس طرح بغیر کسی لڑائی کے اللہ تعالیٰ نے ان کا مال ومتاع رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دیا۔ **افــــاء**:اس کے لفظی معنی رجوع کے ہیں،شرعی اصطلاح میں اس سے مراد کفار کا وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بغیر لڑائی کے عنایت فرمادے۔ **لم یو جف**:نہیں دوڑائے۔ **خیل**:یہ اسم جمع ہے کیونکہ یہ واحد سے نہیں بنا،یعنی گھوڑے۔ **رکاب**: راء مکسور اور کاف مفتوح،اونٹ۔ **الکراع**:کاف مضموم اور راء مفتوح،گھوڑے اور ہتھیار۔ **عدۃ**:عین مضموم اور دال مشدد مفتوح،تیاری کرنا۔

تشریح: بنو نضیر کے اموال چونکہ بغیر لڑائی کے عنایت ہوئے تھے،اس لیے ان میں مجاہدین کا کوئی حصہ نہیں تھا،تاہم پھر بھی آپ ﷺ نے اس کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا،کچھ جاگیر آپ ﷺ نے اپنے لیے مختص کر لی اس زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار سے آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے اخراجات پورے کرتے اور مہمان نوازی کرتے تھے۔

فقہی احکام: مال فئی کسی کی موروثی جاگیر نہیں ہوسکتا،اس کا استعمال مصالح عامہ پر ہونا چاہیے۔

۱۳۰۸: وَعَنْ مُعَاذٍ ﷛ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ خَيْبَرَ ,فَأَصَبْنَا فِيهَا غَنَمًا ,فَقَسَمَ فِينَا رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ طَائِفَةً , وَجَعَلَ بَقِيَّتَهَا فِي اَلْمَغْنَمِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَرِجَالُهُ لَا بَأْسَ بِهِمْ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی بیع الطعام اذا فضل عن الناس: ۲۷۰۷، المعجم الاوسط: ۶۷۳۳

۱۳۰۸: حضرت معاذ بن جبل ﷛ نے بیان کیا کہ ہم غزوہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے ہمیں اس میں بکریاں میسر آئیں،ان میں سے کچھ بکریاں آپ ﷺ نے ہمارے درمیان تقسیم فرمادیں اور باقی مال غنیمت میں شامل کر دیں۔اسے ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور اس کے رواۃ قابل اعتماد ہیں۔

لغوی تحقیق: **غـنـما**:غین اور نون مفتوح ہیں،یہ اسم جمع ہے،بھیڑ،بکری دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع **اغـنـام** اور **غـنـوم** استعمال ہوتی ہے۔

تشریح: علامہ ابن عبدالھادی اور امام ابن قطان نے بھی اس روایت کے رواۃ کی توثیق کی ہے۔امام طبرانی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کے غریب ہونے کا عندیہ دیا ہے۔

فقہی احکام: خمس منہا کرنے سے پہلے مال غنیمت کا کچھ حصہ مجاہدین کو بطور انعام دیا جاسکتا ہے اور یہ امیر کا صوابدیدی اختیار ہے۔

۱۳۰۹: وَعَنْ أَبِي رَافِعٍ ﷛ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ ,وَلَا أَحْبِسُ اَلرُّسُلَ " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ , وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی الامام یستجن به فی العهود: ۲۷۵۸، النسائی فی الکبریٰ: ۲۰۵/۵، ابن حبان: ۴۸۷۷، ۴۸۷۸، الحاکم: ۵۹۸/۳، البیهقی: ۱۴۵/۹، احمد: ۸/۶، الطبرانی: ۹۶۳

۱۳۰۹: حضرت ابورافع ﷛ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"میں نہ تو عہد شکنی کرتا ہوں اور نہ سفیروں کو قید کرتا ہوں۔"(اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **لاأخیس**:ہمزہ مفتوح اور خاء مکسور،میں عہد شکنی نہیں کرتا۔ **لا أحبس**:میں قید نہیں کرتا۔

تشریح: اس روایت کو علامہ سیوطی نے بھی صحیح کہا ہے۔اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ سفیروں کو قید یا خوف زدہ کرنا درست نہیں،اگرچہ سفیر کوئی سخت یا تکلیف دہ پیغام ہی لے کر کیوں نہ آیا ہو،جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷛ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے مسیلمہ

کذاب کے سفیر کو فرمایا: "اگر تو سفیر نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔"

فقہی احکام: (۱) سفیروں کو قید یا قتل کرنا درست نہیں۔ (۲) کفار کے ساتھ بھی عہد شکنی درست نہیں۔

۱۳۱۰: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ "أَيُّمَا قَرْيَةٍ أَتَيْتُمُوهَا ,فَأَقَمْتُمْ فِيهَا ,فَسَهْمُكُمْ فِيهَا ,وَأَيُّمَا قَرْيَةٍ عَصَتِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ,فَإِنَّ خُمُسَهَا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ ,ثُمَّ هِيَ لَكُمْ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الجهاد، باب حكم الفئی: ۱۷۵۶، ابوداود: ۳۰۳۶، احمد: ۳۱۷/۲، ابن حبان: ۴۸۲۶، البیهقی: ۳۱۸/۶، ۱۱۹/۹

۱۳۱۰: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم جس بستی کا رخ کرو اور اس کا محاصرہ کر لو اس میں تمہارا حصہ ہے اور جو بستی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے، اس میں پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے، پھر وہ بھی تمہارے لیے ہی ہے۔" مسلم

لغوی تحقیق: ایما: یہ دو لفظوں "ای اور ما" کا مجموعہ ہے، ای اور "اما" اسم موصول ہے، یہ مذکر، مؤنث، واحد تثنیہ، جمع، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب کیلئے مستعمل ہے، نیز یہ معرب ہے۔ "ما" زائدہ ہے۔ فأقمتم: تم ان کا محاصرہ کر لو۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے منقول ہے، بعض طرق مفصل اور بعض مختصر ہیں، مؤلف نے صحیح مسلم کی بیان کردہ روایت ذکر کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) جو مال بغیر لڑائی کے حاصل ہو وہ خالص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔

(۲) جو لڑائی کی صورت میں حاصل ہو، اس میں چار حصے مجاہدین کے اور ایک حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے۔

۲۔ بَابُ الْجِزْيَةِ وَ الْهُدْنَةِ — جزیہ اور صلح کے مسائل

۱۳۱۱: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَخَذَهَا يَعْنِي الْجِزْيَةَ مِنْ مَجُوسِ هَجَرَ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَلَهُ طَرِيقٌ فِي الْمُوَطَّأِ فِيهَا انْقِطَاعٌ.

البخاری، كتاب الجزية والموادعة، باب الجزية والموادعة مع اهل الذمة و الحرب: ۳۱۵۷، ابوداود: ۳۰۴۳، الترمذی: ۱۶۵۲، احمد: ۱۹۰/۱، المؤطا: ۲۷۸/۱

۱۳۱۱: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ (اسے بخاری نے روایت کیا ہے، یہ روایت ایک دوسرے طریق سے مؤطا میں بھی ہے لیکن یہ سند منقطع ہے۔)

لغوی تحقیق: الجزية: جیم مکسور اور زاء ساکن، یہ الجزاء سے ماخوذ ہے، اس کے لفظی معنی فیصلے کے ہیں اور مجازاً بمعنی بدلہ مستعمل ہے۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ ٹیکس ہے جو غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے بدلہ میں لیا جاتا ہے۔ الهدنة: ھاء مضموم اور دال ساکن، اس کے لفظی معنی سکون کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ صلح نامہ ہے جو امام یا اس کا نائب کفار کو لکھ کر دیتا ہے۔ المجوس؛ یہ مجوسی کی جمع ہے، یہ لوگ زرتشت کے پیروکار تھے اور قبل از اسلام ایران میں آباد تھے۔ ھجر: ھاء اور جیم دونوں مفتوح ہیں۔ عصر حاضر میں اس علاقہ کو بحرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اسلام غیر مسلموں کو زبردستی اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ اگر کوئی کوفرا اپنے مذہب پر قائم رہتے

ہوئے اسلامی ریاست کی سرپرستی قبول کرلے تو اسلام اس سے معمولی ٹیکس لے کر اس کی حفاظت کا معقول بندوبست کرتا ہے۔بعض علما کا خیال ہے کہ اسلام کی یہ رعایت فقط یہود و نصاری اور مجوسیوں کیلئے ہے، جبکہ جمہور علما کا موقف ہے کہ یہ رعایت ہر قسم کے کفار کیلئے ہے اور یہی موقف راجح ہے۔اور ابن رشد کا یہ قول کہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ رعایت فقط یہود و نصاری اور مجوس کیلئے ہے، درست نہیں۔

فقہی احکام: (۱) کفار اگر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو لڑائی موقوف کر دینی چاہیے۔(۲) اسلام لڑائی کے مقابلے میں صلح کو ترجیح دیتا ہے۔

۱۳۱۲: وَعَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ ,عَنْ أَنَسٍ ,وَعَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى أُكَيْدِرِ دُومَةَ ,فَأَخَذُوهُ فَحَقَنَ دَمَهُ ,وَصَالَحَهُ عَلَى الْجِزْيَةِ. رَوَاهُ أَبُو دَاوُد.

ابو داود، كتاب الخراج و الامارة و الفئى، باب فى اخذ الجزية: ٣٠٣٧، البيهقى: ٩ /١٨٧، ابن حبان: ٤٠٣٧ ،٤٠٣٨،ابن ابى شيبة: ١٢/٤٤١

تنبیہ: اکیدر نصرانی تھا اور آخری وقت تک نصرانی رہا، جن مؤرخین نے اسے صحابی ذکر کیا ہے ان سے تسامح ہوا ہے۔

۱۳۱۲: حضرت عاصم بن عمر، حضرت انس اور حضرت عثمان بن ابی سلیمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کے حکمران اکیدر کی طرف بھیجا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، آپ ﷺ نے اسے زندہ رہنے کا حق دیا اور اس سے جزیہ پر صلح کر لی۔(ابوداؤد)

تشریح: آپ ﷺ جب مقام تبوک پر پہنچ گئے تو آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دومۃ الجندل کے حکمران کی طرف بھیجا، عہد جاہلیت میں اس کا بہت مضبوط قلعہ، جسے مارد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔اس کے قلعہ کے بعض اثار آج بھی موجود ہیں اور ان کا شمار آثار قدیمہ میں ہوتا ہے۔حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا قلعہ فتح کر لیا اور اسے گرفتار کر کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا، اس نے جزیہ دینے پر صلح کر لی تو آپ ﷺ نے اسے آزاد کر دیا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد اس نے عہد توڑ دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کیلئے پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اس کی لڑائی ہوئی جس میں وہ مارا گیا۔

فقہی احکام: غیر مسلم اگر جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو جنگ موقوف کر دینی چاہیے۔

۱۳۱۳:وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ ﷺ إِلَى الْيَمَنِ ,وَأَمَرَنِي أَنْ آخُذَ مِنْ كُلِّ حَالِمٍ دِينَاراً ,أَوْ عِدْلَهُ معافرياً. أَخْرَجَهُ الثَّلاثَةُ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَالْحَاكِمُ.

ابو داود، كتاب الخراج والامارة و الفئى، باب فى اخذ الجزية: ٣٠٣٨، الترمذى: ٦٢٣، النسائى: ٥ /٢٦، احمد: ٥/٢٣٠، ابن حبان: ٤٨٨٦، الحاكم: ٣٩٨/١، الدارقطنى: ١٠٢/٢، البيهقى: ٩٨/٩، عبد الرزاق: ٦٨٤١

۱۳۱۳: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے یمن بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں ہر بالغ سے ایک دینار یا پھر اتنی ہی مالیت کا معافری کپڑا وصول کروں۔(اسے تینوں نے روایت کیا ہے، ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: حالم: بالغ۔ عدله: عین مکسور اور دال ساکن، قیمت میں اس کے مساوی ہو۔معافریا: میم اور عین مفتوح اور فاء مکسور، یمن کے ایک شہر معافر میں تیار ہونے والا کپڑا۔

تشریح: یہ روایت متعدد طرق سے منقول ہے، ان میں سے اکثر طرق محفوظ اور بعض غیر محفوظ ہیں۔زیر مطالعہ طریق محفوظ ہے، بنا بریں اس طریق کو امام ابن حبان اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔امام احمد، امام ابوداؤد اور امام ابن حزم نے

جس طریق پر نکیر کی ہے وہ طریق ابو معاویہ عن اعمش عن ابراہیم عن مسروق ہے۔

فقہی احکام: (۱) جزیہ صرف ان غیر مسلم حضرات سے وصول کیا جائے جو بالغ ہوں۔

(۲) جزیہ نقدی یا اسی مالیت کی کسی دوسری چیز کی صورت میں بھی لیا جاسکتا ہے۔ (۳) جزیہ حسب استطاعت ہونا چاہیے۔

۱۳۱۴: وَعَنْ عَائِذِ بْنِ عَمْرٍو الْمُزَنِيِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "اَلْإِسْلَامِ يَعْلُو ,وَلَا يُعْلَى" أَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.

الد ارقطنی : ۲۵۲/۳، البیهقی: ۲۰۵/۶

۱۳۱۴: حضرت عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا۔" (الدارقطنی)

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اس روایت کو حسن قرار دیا ہے اور علامہ ضیاء مقدسی نے اس حدیث کو "المختارة" میں درج کر کے اس کے صحیح ہونے کا عندیہ دیا ہے، اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صلح ہو یا جنگ ہر حال میں غلبہ اسلام ہی کو ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے معرکہ بدر کو فرقان اور صلح حدیبیہ کو فتح مبین سے تعبیر فرمایا ہے

۱۳۱۵: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " لَا تَبْدَؤُوا اَلْيَهُودَ وَالنَّصَارَى بِالسَّلَامِ ,وَإِذَا لَقِيتُمْ أَحَدَهُمْ فِي طَرِيقٍ, فَاضْطَرُّوهُ إِلَى أَضْيَقِهِ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب السلام، باب النهی عن ابتداء اهل الکتاب بالسلام: ۲۱۶۷، ابوداود: ۵۲۰۵، الترمذی: ۱۶۰۲، احمد: ۲۶۶/۲، البیهقی: ۲۰۳/۹، المعجم الاوسط: ۷۰۹

۱۳۱۵: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہود ونصاری کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو، جب ان میں سے کسی ایک سے تمہاری ملاقات سر راہ ہو تو انہیں تنگ راستہ اختیار کرنے پر مجبور کرو۔" (مسلم)

فقہی احکام: (۱) کفار کو سلام کرنے میں پہل نہیں کرنی چاہیے۔ (۲) اگر وہ سلام کریں تو فقط وعلیکم کہنا چاہیے۔ (۳) ان کی خوشی کے مواقع پر انہیں مبارکباد دینا ممنوع ہے۔ (۴) انہیں آسانی کے مواقع فراہم کرنا ممنوع ہیں، البتہ تالیف قلب کیلئے ان کی مدد کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۳۱۶: وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ .وَمَرْوَانَ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ عَامَ الْحُدَيْبِيَةِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ ,وَفِيهِ ، هَذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ سُهَيْلَ بْنَ عَمْرٍو عَلَى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشَرَ سِنِينَ ,يَأْمَنُ فِيهَا النَّاسُ ,وَيَكُفُّ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُد وَأَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ.

ابوداود، کتاب الجهاد، باب فی صلح العدو: ۲۷۶۵، ۲۷۶۶، البخاری: ۲۷۳۱، ۲۷۳۲، احمد: ۳۲۲/۴، ۳۲۴

۱۳۱۶: حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے سال تشریف لے گئے، انہوں نے ایک طویل حدیث ذکر کی، جس میں یہ بھی بیان کیا کہ وہ بات جس پر محمد بن عبداللہ ﷺ نے عمرو بن سہیل سے صلح کی یہ ہے کہ "فریقین میں دس سال تک جنگ نہیں ہوگی، اس دوران لوگ امن میں رہیں گے اور ان میں سے ہر ایک دوسرے سے اپنا ہاتھ روکے رکھے گا۔" (اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل بخاری میں ہے۔)

تشریح: صلح حدیبیہ کی بعض شرائط بظاہر مسلمانوں کی پسپائی کو ظاہر کر رہی تھیں، لیکن حقیقت میں وہ اسلام کی برتری کا زینہ تھیں کیونکہ وہ کفار جو مسلمانوں کو کسی بھی قطعہ ارضی پر دیکھنا نہیں چاہتے تھے انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے وجود کو تسلیم کر لیا بلکہ مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں ان کے داخل ہونے کا حق بھی تسلیم کر لیا تھا۔ بنابریں اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو فتح مبین کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۱۳۱۷: وَأَخْرَجَ مُسْلِمٌ بَعْضَهُ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ ,وَفِيهِ، أَنَّ مَنْ جَاءَ مِنْكُمْ لَمْ نَرُدَّهُ عَلَيْكُمْ ,وَمَنْ جَاءَ كُمْ مِنَّا رَدَدْتُمُوهُ عَلَيْنَا فَقَالُوا أَنَكْتُبُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ "نَعَمْ إِنَّهُ مَنْ ذَهَبَ مِنَّا إِلَيْهِمْ فَأَبْعَدَهُ اَللَّهُ ,وَمَنْ جَاءَ نَا مِنْهُمْ ,فَسَيَجْعَلُ اَللَّهُ لَهُ فَرَجاً وَمُخْرِجاً"

مسلم، كتاب الجهادوالسير، باب صلح الحديبية: ۴۶۴۸، احمد: ۲۶۸/۳

۱۳۱۷: امام مسلم نے اس حدیث کا کچھ حصہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے،اس میں یہ مذکور ہے،(کفار نے) کہا،تمہارے پاس سے جو آدمی ہمارے پاس آجائے تو ہم اسے واپس نہیں کریں گے اور ہمارے پاس سے جو شخص تمہارے پاس جائیگا وہ واپس کرنا ہوگا۔(صحابہ نے) کہا، یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم یہ لکھ لیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"ہاں، کیونکہ ہم میں سے جوان کی طرف چلا جائے گا،اللہ تعالیٰ نے اسے ہم سے دور کردیا،اور جوان میں سے ہماری طرف آنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے لیے وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔"

لغوی تحقیق: الفرج:اس کے لغوی معنی پھٹنے کے ہیں اور یہاں اس سے مراد سہولت اور مصائب کا زائل ہونا ہے۔ المخرج :نجات کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔

۱۳۱۸: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ "مَنْ قَتَلَ مُعَاهَداً لَمْ يَرَحْ رَائِحَةَ اَلْجَنَّةِ ,وَإِنَّ رِيحَهَا لِيُوجَدَ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا" أَخْرَجَهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاري، كتاب الجزية والموادعة، باب اثم من قتل معاهداً بغير جرم: ۳۱۶۶، النسائي: ۲۵/۸، ابن ماجة: ۲۶۸۶، احمد: ۱۸۶/۲، البيهقي: ۲۰۵/۹، ابن حبان: ۴۸۸۱ ، ۴۸۸۲، المعجم الاوسط: ۴۳۳ ، ۲۹۴۴ ، ۸۰۰۷، الحاكم: ۴۴/۱

تنبیہ:بلوغ المرام کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں؛عن عبدالله بن عمر ؛ ہےاور بعض مطبوعہ نسخوں میں؛عن عبدالله بن عمرو ؛ ہےاور یہی درست ہے کیونکہ صحیح بخاری،نسائی،ابن ماجہ اور دیگر مصادر میں عبدالله بن عمرو ہی مذکور ہے۔

۱۳۱۸: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جس سے معاہدہ تھا،وہ جنت کی خوشبو نہیں پائے گا،حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے(دورتک) پائی جائے گی۔"(بخاری)

لغوی تحقیق: معاهد:ایسا شخص جس سے امن کا معاہدہ کیا گیا ہو۔ لم یرح:علامت مضارع اور راء مفتوح،خوشبو نہیں پائے گا۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے،بعض طرق میں یہ صراحت بھی ہے کہ جس نے معاہدی کو ناحق قتل کیا۔اسی طرح یہ حدیث ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے بھی متعدد طرق سے منقول ہے،اس کے بھی بعض طرق میں؛ بغير حقها؛ کی صراحت ہے۔نیز اس میں پانچ سو سال کی مسافت مذکور ہے۔

اس مفہوم کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔امام ابن حبان اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد مطلق جنت نہیں بلکہ اعلیٰ جنت ہے۔یعنی ایسا شخص اعلیٰ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

فقہی احکام: (۱)معاہدی کو قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔(۲)ایسا کرنے والا اعلیٰ جنت سے محروم رہے گا۔
(۳)معاہدی کو ایسے جرم کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے جس کی سزا قتل ہے۔

۳۔ بَابُ السَّبْقِ وَ الرَّمْيِ گھڑدوڑ اور تیراندازی کا بیان

۱۳۱۹: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ سَابَقَ النَّبِيُّ ﷺ بِالْخَيْلِ الَّتِي قَدْ أُضْمِرَتْ ,مِنْ الْحَفْيَاءِ ,وَكَانَ أَمَدُهَا ثَنِيَّةَ الْوَدَاعِ .وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ ,وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ فِيمَنْ سَابَقَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ, زَادَ الْبُخَارِيُّ, قَالَ سُفْيَانُ مِنْ الْحَفْيَاءِ إِلَى ثَنِيَّةِ الْوَدَاعِ خَمْسَةُ أَمْيَالٍ ,أَوْ سِتَّةٌ ,وَمِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ مِيلٌ.

البخاری، کتاب الصلاۃ ، باب هل يقال مسجد بني فلان: ۴۲۰ ،کتاب الجهاد، باب السبق بين الخيل: ۲۸۶۸، ابوداود: ۲۵۷۵، الترمذی : ۱۶۹۹، النسائی: ۲۲۶/۶، الدارمی: ۲۴۲۹، ابن حبان: ۴۶۸۶، ۴۶۸۷، الدارقطنی : ۳۰۰/۴، مسلم: ۱۸۷۰

۱۳۱۹: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے مشاق گھوڑوں کی حفیاء سے ثنیہ الوداع تک دوڑ کروائی اور ناتجربہ کار گھوڑوں کی دوڑ ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک کروائی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی مقابلہ کرنے والوں میں شریک تھے۔(بخاری ومسلم) بخاری نے مزید یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں کہ سفیان نے بیان کیا کہ حفیاء سے ثنیۃ الوداع کا فاصلہ پانچ یا چھ میل ہے اور ثنیہ سے مسجد بنی زریق کا فاصلہ ایک میل ہے۔

لغوی تحقیق: السبق: سین مفتوح اور باء ساکن، مقابلہ۔ اضمرت: فعل مجہول ہونے کی وجہ سے ہمزہ مضموم اور میم مکسور، اس سے مراد یہ ہے کہ جانوروں کو مشاق بنانے کیلئے پہلے چالیس روز خوب خوراک دی جائے تاکہ وہ موٹے تازے ہوجائیں پھر انہیں میدان میں دوڑایا جائے اور ان کی خوراک بتدریج کم کی جائے یہاں تک کہ ان کے جسم سے بھاری پن ختم ہوجائے اور وہ سخت جان ہوجائیں۔ الحفیاء: حاء مفتوح اور فاء ساکن، مدینہ منورہ کے شمال میں جبل احد کے پیچھے ایک مقام ہے۔ امدها: ہمزہ اور دال مفتوح، اس دوڑ کی انتہا۔ ثنية: ثاء مفتوح اور نون مکسور، راستہ۔ الوداع: خیر آباد کہنا، اہل مدینہ اپنے مہمانوں کو اس مقام پر آکر الوداع کیا کرتے تھے۔ ثنية الوداع کی تعین کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کا خیال ہے کہ مدینہ سے مکہ کی طرف ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ شام کی طرف ہے۔ بنو زریق: یہ انصار کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ ہے، ان کا محلّہ مسجد نبوی کے قبلہ رخ واقع تھا۔

تشریح: مقابلہ جات تین قسم کے ہیں۔(۱) جو بغیر شرط کے جائز اور شرط کے ساتھ ممنوع ہیں مثلاً کشتی، دوڑ وغیرہ۔(۲) شرط اور بلا شرط دونوں صورتوں میں ممنوع ہیں مثلاً شطرنج وغیرہ۔(۳) کشتی، دوڑ اور تیراندازی وغیرہ کے انعامی مقابلہ جات جائز ہیں۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ ایسے امور جو جہاد کی تیاری کا حصہ ہیں، اسلامی ریاست میں ان کا اہتمام سرکاری سرپرستی میں اشد ضروری ہے، عصر حاضر میں گھڑدوڑ اور تیراندازی کی جگہ توپ، ٹینک، بکتر بند گاڑیاں اور فضائی مقابلہ جات کیے جانے چاہیے تاکہ دشمنان اسلام کی بڑھتی ہوئی یلغار کو روکا جاسکے۔ نیز مسلمانوں کو کمپیوٹر وار کیلئے بھی تیار رہنا چاہیے اور جوہری توانائی میں بھی خود کفیل بننا چاہیے۔

فقہی احکام: ایسا ہر کھیل اور کام کار ثواب ہے جو جہاد کیلئے ممد ومعاون ثابت ہوسکتا ہے۔

۱۳۲۰: وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَبَّقَ بَيْنَ الْخَيْلِ ,وَفَضَّلَ الْقُرَّحَ فِي الْغَايَةِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ

ابوداود، کتاب الجهاد، باب في فضل السبق: ۲۵۷۷، احمد: ۱۵۷/۲، ابن حبان: ۴۶۸۸، الدارقطنی : ۲۹۹/۴

تنبیہ: بلوغ المرام کے ہندی اور مصری مطبوعہ نسخوں میں ؛سبق؛ اور دیگر مطبوعہ نسخوں میں ؛سابق؛ ہے دونوں درست ہیں کیونکہ مصادر میں دونوں مذکور ہیں۔

۱۳۲۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے گھوڑوں کا مقابلہ کروایا اور نوجوان گھوڑوں کی مسافت کو زیادہ رکھا۔(اسے احمد اور ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: سبَّقَ :مقابلہ کروایا۔ القرح: قاف مضموم اور راء مشدد مفتوح، یہ قارح کی جمع ہے، پانچ سالہ جوان گھوڑے۔

فقہی احکام: مسابقت میں توازن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، خواہ یہ مسابقت انسانوں کے مابین ہو یا جانوروں کے مابین ہو۔

۱۳۲۱: **وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ "لا سَبَقَ إِلَّا فِي خُفٍّ ,أَوْ نَصْلٍ ,أَوْ حَافِرٍ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالثَّلاثَة, وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.**

ابو داود، کتاب الجهاد، باب في السبق: ۲۵۷۴، الترمذی: ۱۷۶۸، النسائي: ۲۲۶/۲، ۲۲۷، احمد: ۴۷۴/۲، ابن حبان: ۴۶۹۰، البیهقي: ۱۶/۱۰، المعجم الصغیر: ۵۰، بیان الوهم والایهام: ۲۵۵۰، ابن ماجة: ۲۸۷۸

۱۳۲۱: حضرت ابوہریرہ ؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انعامی مقابلہ فقط اونٹوں، گھوڑوں اور تیراندازی میں ہے۔" (اسے احمد اور تینوں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔)

لغوی تحقیق: **لا سبــق** :سین اور باء مفتوح، انعامی مقابلہ جات درست نہیں۔ **خف**: خاء مضموم اور فاء مشدد، اس سے اونٹ مراد ہیں کیونکہ ان کا شمار ذوات الاخفاف میں ہوتا ہے۔ **نصل** :نون مفتوح اور صاد ساکن، تیر۔ **الحافر** :اس سے مراد گھوڑے ہیں، کیونکہ گھوڑوں کا شمار ذوات الحافر میں ہوتا ہے۔

تشریح: حضرت ابوہریرہ ؓ سے یہ حدیث متعدد طرق سے منقول ہے بعض طرق ضعیف اور بعض طرق محفوظ ہیں۔ بنابریں اس حدیث کو امام ترمذی، امام ابن حبان، علامہ ابن دقیق العید، امام ابن قطان اور علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

فقہی احکام: تیراندازی اور گھڑ دوڑ وغیرہ کے انعامی مقابلہ جات منعقد کروانے درست ہیں بشرطیکہ وہ رقم مقابلہ کرنے والی ٹیموں سے وصول نہ کی گئی ہو۔

۱۳۲۲: **وَعَنْهُ ,عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ " مَنْ أَدْخَلَ فَرَساً بَيْنَ فَرَسَيْنِ وَهُوَ لا يَأْمَنُ أَنْ يَسْبِقَ فَلا بَأْسَ بِهِ ,وَإِنْ أَمِنَ فَهُوَ قِمَارٌ " رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَإِسْنَادُهُ ضَعِيفٌ.**

ابو داود، کتاب الجهاد، باب في المحلل: ۲۵۷۹، ابن ماجة: ۲۸۷۶، احمد: ۵۰۵/۲، الحاکم: ۱۱۴/۲، البیهقي: ۲۰/۱۰، الدارقطني: ۱۱۱/۴، ابن ابي شيبة: ۱۴/۷، ۱۷، حلية الاولياء: ۱۷۵/۲

۱۳۲۲: حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے دو گھوڑوں کے مابین اپنا گھوڑا داخل کیا اور اسے یہ یقین نہ تھا کہ اس کا گھوڑا آگے نکل جائے گا تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اسے اپنے گھوڑے کے جیتنے کا یقین تھا تو پھر ایسا کرنا جوا ہوگا۔"

لغوی تحقیق: قمار: قاف مکسور اور میم مفتوح، جوا۔

تشریح: امام ابن معین نے اس روایت کو باطل اور امام مزی نے منکر کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سفیان بن حسین امام زہری کی مرویات میں ضعیف ہے، زیر مطالعہ روایت سفیان بن حسین نے زہری ہی سے نقل کی ہے، اس کا متابع اگرچہ سعید بن بشیر بھی ہے، لیکن یہ متابعت بھی غیر مفید ہے کیونکہ سعید بن بشیر بھی ضعیف ہے۔

۱۳۲۳: **وَعَنْ عَقَبَةَ بْنِ عَامِرٍ ؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى اَلْمِنْبَرِ يَقْرَأُ ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اِسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ﴾ "أَلَا إِنَّ اَلْقُوَّةَ اَلرَّمْيُ ,أَلَا إِنَّ اَلْقُوَّةَ اَلرَّمْيُ ,أَلَا إِنَّ اَلْقُوَّةَ اَلرَّمْيُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.**

مسلم، کتاب الامارة، باب فی فضل الرمی والحث علیه: ۱۹۱۷، ابو داود: ۲۵۱۴، الترمذی: ۳۲۹۱، ابن ماجة: ۲۸۱۳، احمد: ۱۵۶/۴،

الدارمی: ۲۴۰۴، ابن حبان: ۴۷۰۹، البیھقی: ۱۳/۱۰

۱۳۲۳: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿جس قدر ممکن ہو اپنی قوت بڑھانے کی تیاری کرو۔﴾ آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: "خبردار! اصل قوت تیراندازی ہے۔خبردار! اصل قوت تیراندازی ہے۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: **اعدوا**: یہ امر کا صیغہ ہے، تیاری کرو۔ **ما استطعتم**: جہاں تک تمہاری بساط میں ہو۔ **الرباط**: راء مکسور، اس کے لفظی معنی باندھنا ہے، لیکن یہاں اس سے مراد سرحدوں پر گھوڑے تیار رکھنا ہے۔

تشریح: آپ ﷺ نے مذکورہ آیت تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: "قوت کا سرچشمہ رمی ہے۔" رمی کا اگرچہ اس وقت اطلاق تیراندازی پر ہوتا تھا، لیکن یہ لفظ ان تمام آلات حرب پر محیط ہے جنہیں قوت سے پھینکا جاتا ہے، یعنی توپ کے ذریعے گولہ باری، ہوائی جہاز کے ذریعے بم گرانا، میزائل اور میزائل کے ذریعے بم وغیرہ گرانا، تمام امور رمی میں شامل ہیں۔

رباط الخیل سے اگرچہ بظاہر مراد سرحدوں پر گھوڑے تیار رکھنا ہے لیکن درحقیقت اس سے مراد وہ تمام لوازمات ہیں جو ملکی دفاع اور دشمن کو خوف زدہ رکھنے کیلئے ضروری ہیں مثلاً سرحدوں پر مستقل طور پر آرمی رکھنا، میزائل اور ریڈار نصب کرنا، بمبار جہاز تیار رکھنا۔